مارچ 1952

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

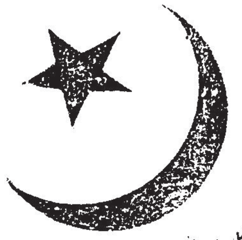

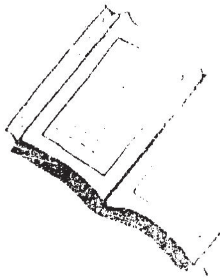

جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفُرقان

(۱) فضائل قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا۔ (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

احمد نگر۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ
پاکستان

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری
سابق ایڈیٹر رسالہ عربی "البشریٰ" فلسطین

قرآن مجید میں مسئلہ خلافت!

الفرقان کا آئندہ پرچہ خاص نمبر ہوگا

قرآن مجید کے کامل نظام میں خلافت کو ایک مرکزی درجہ حاصل ہے قرآن مجید کی روشنی میں اِس موضوع پر مکمل بحث الفرقان کے پرچہ بابت ماہ اپریل ۱۹۵۲ءمیں شائع ہو رہي ہے چونکہ عالمی نظام اور اسلامی دستور کے علاوہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی خلافت راشدہ کے متعلق غلط فہمی کے باعث شدید اختلاف پیدا ہوچکا ہے اسلئے قرآن مجید کا ناطق فیصلہ سب کے لئے ہدائت کا موجب ہوگا مسئلہ خلافت پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی اس نمبر میں شائع ہونگے اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر مضامین ارسال فرماکر عنداللہ ماجور ہوں

ایڈیٹر ''الفرقان'' احمد نگر - ضلع جھنگ

الفرقان

جلد ۲ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۵۲ء مطابق ماہِ امان ۱۳۳۱ ہش | نمبر ۳

فہرست مضامین

عنوان	مضمون نگار	صفحہ
استحکام پاکستان کے بنیادی اصول قرآن پاک کی روشنی میں	ایڈیٹر	۲
اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر ببند (فارسی قصیدہ)	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۵
عربی سکھانے والا کتابی معلم	ابو العطاء	۶
لا اکراہ فی الدین اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر	"	۸
اسلام اور اشتراکیت	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے	۹
"تُو ہے کتابِ زندگی" (نظم)	مکرم امین اللہ خان صاحب سالک متعلم جامعہ احمدیہ	۲۲
قرآن مجید کی معجزانہ بلاغت و ترتیب کی چند ایک مثالیں	جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ	۲۳
قرآن مجید کے دلائل کا اسلوب	جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ	۲۸
قرآن مجید پر سوامی دیانند جی کے اعتراضات کے جواب۔	ایڈیٹر	۳۱
عصمت انبیاء اسلام کا بنیادی اصل ہے۔ بائیبل میں بیان کردہ قصہ حضرت داؤدؑ پر تحقیقی نظر	جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپور	۳۳
کتب سماویہ اور حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ	جناب گیانی عباد اللہ صاحب	۴۴
اگر قرآن مجید نازل نہ ہوتا تو دنیا کا نقشہ کیا ہوتا؟ (نظم)	مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر متعلم جامعہ احمدیہ	۴۷
وصایا	موصی صاحبان	۴۹
حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے تین دور (تصاویر)		۵۷

اشتراکیت اور اسلام

چند مختصر اور اصولی نوٹ

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)

ذیل میں "**اشتراکیت اور اسلام**" کے مضمون پر چند مختصر اور اصولی نوٹ درج کئے جاتے ہیں جو کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک مضمون لکھنے کی غرض سے قلمبند کئے تھے۔ مگر ابھی تک اس مضمون کے لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ہمارے نوجوان محقق ان نوٹوں کو پھیلا کر اور مزید تحقیق کر کے مضمون تیار کر سکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اس وقت دنیا میں تین مختلف قسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے۔ جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اور تیسرا نظام کسی قدر پس پردہ رہ کر گویا ان دو نظاموں کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے۔ اوّل الذکر دو نظام **اشتراکیت** اور **سرمایہ داری** کے نظام ہیں اور تیسرا نظام **اسلام** کا نظام ہے جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے تاکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلہ کے بعد اسے دنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے آگے لایا جائے۔ یہ تیاری اس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی **سلسلہ احمدیہ** کے ذریعہ مقدر ہے جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصری کے مثیل اور ہمارے رسول پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت میں تمام ادیانِ عالم کے لئے حَکَم و عدل بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا **یاجوج** اور **ماجوج** کے ناموں سے ذکر کیا ہے۔ اور پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دنیا پر چھا جائیں گے اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر ان کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ (سورہ انبیاء) یاجوج **روس** کا نام ہے جو آجکل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے۔ اور ماجوج **برطانیہ** کا نام ہے جو سرمایہ داری کے نظام کا علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں امریکہ بھی شامل ہے جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے۔ یہ دونوں نظام متضاد پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آرا ہیں۔ اور گو مخفی جنگ جسے آجکل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا **کولڈ وار** کہتے ہیں اب بھی جاری ہے لیکن ایسے حالات سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں جن کے پیش نظر اس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھوٹ کر نہ صرف

قرآن پاک کی روشنی میں!

استحکام پاکستان کے بنیادی اصول

ماہ نامہ نقّاد کراچی کے مدیر محترم کا واضح پیغام

پاکستان ایک نئی آزاد مملکت ہے جو اپنی جمہوریت اللہ تعالیٰ کی زندہ کتاب قرآن مجید کے مطابق معرضِ وجود میں آنے والی ہے۔ اس مملکت کے افراد نے اسلامی نظام کے قیام کی خاطر ہی اِس خطۂ زمین کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ اس ملک کی تعمیر اور استواری کیلئے قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنائیں اور عام افراد اور حکومت کے کارندے سبھی اسلامی شاہراہ پر گامزن ہو کر اپنے نصب العین کو حاصل کرنے والے ہوں۔

پاکستان کو اپنی آزادی اور استقلال کی حفاظت کیلئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اس کے سامنے ہنوز کافی مشکلات ہیں۔ اسے اپنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مقابلہ درپیش ہے۔ ایسے حالات میں جن میں سے آج پاکستانی باشندے گذر رہے ہیں، قرآن مجید کی آیاتِ ذیل ہمارے لئے خضرِ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ○ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ○ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط ○ (الانفال ۴۵ - ۴۷)

ترجمہ "اے سچے مسلمانو! جب دشمنوں کے کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو سکے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم جھگڑا اور نزاع و اختلاف پیدا نہ کرو ورنہ تم (دشمن کے مقابلہ میں) بزدل ثابت ہو گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی تمہیں چاہیئے کہ صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو اپنے گھروں سے (مخالفوں کے مقابلہ کے لئے) اکڑتے ہوئے اور محض لوگوں کے دکھاوے کی خاطر نکلے تھے اور دوسرے لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے"

قرآن مجید نے ان آیات میں مسلمانوں کو کامیابی کے چند گُر

بتائے ہیں اور دشمنوں پر غلبہ پانے کے چند ایسے بنیادی اصولوں کی طرف رہنمائی کی ہے جن پر عمل پیرا ہوئے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ ہی عزت و استقلال کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی اور ان کا غلبہ ان اصول کی پابندی کرنے پر موقوف ہے۔ ثبات قدمی،[۱] ذکرِ الٰہی،[۲] اطاعتِ[۳] خدا و رسولؐ، ترکِ[۴] منازعت و مناقشت، قوتِ[۵] برداشت اور اپنے سارے[۶] کاموں میں للّٰہیت کو مدنظر رکھنا واضح اصول ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ اسلامی غلبہ اور اسلامی استقلال کا حصول ان اصول کے بغیر ناممکن ہے۔

ان اصول میں سے اہم بنیادی منفی اصل وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ میں بیان ہوا ہے۔ جس قوم کے افراد اور جس ملک کے باشندے اس اہم ترین اصل، استقلال کی عملی مخالفت پر کمربستہ ہوں وہ قوم اور ملک کبھی پنپ نہیں سکتے۔ وہ آج بھی دشمن کا شکار بن سکتے ہیں اور کل بھی۔ ایسی قوم اور ایسے ملک کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کا اوّلین فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی آزادی اور استحکام کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور جب تک ان جراثیم خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہ پھینکیں آرام کا سانس نہ لیں۔ کیونکہ ابھرتی ہوئی قوم اور ترقی کرتے ہوئے ملک کے لئے تفرقہ اندازوں کا وجود سمّ قاتل ہے۔ درحقیقت کسی ملک کے سب سے بڑے دشمن اور اس کی آزادی کی نیّا کو منجدھار میں ڈبونے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس ملک کے باشندوں کو تشدد کی تلقین کرتے ہیں اور ایک حصۂ ملک کو دوسرے حصہ کے خلاف اکساتے ہیں۔ ایسے لوگ قوم میں فشل اور بزدلی پیدا کرتے ہیں اور ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔

پاکستان کی نئی سلطنت کے خلاف دشمنوں کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ انہوں نے اس ملک کی بربادی کے لئے تفرقہ اندازی کی سکیم بنا رکھی ہے۔ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کہیں مذہب کے نام پر اور کہیں سیاست کے نام پر فتنہ پرداز لوگ کام کر رہے ہیں جو اس ملک کی وحدت کو تار تار کر دینا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ماہ نامہ نقّاد کے مدیر محترم نے قوم کا واضح پیغام بدیں الفاظ شائع فرمایا ہے:۔

"نادان دوستو! ہم تمھیں سلامتی کی دُعا نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ تم مسلمان کہلاتے ہوئے بھی مسلمانوں کی قومی وحدت کے خلاف ہو۔ تم پاکستانی ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی معیشت کے دشمن ہو۔ آج حالات نے ہمیں اس درجہ مجبور کر دیا ہے کہ ہم تم سے بالکل غیر ارادی طور پہ مخاطب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں کہ تم اپنے اعمال کے نتائج پر کبھی سنجیدگی سے غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ اور تمھاری اسی ناعاقبت اندیشی اور بدترین خصلت کی وجہ سے ہم تمہارے وجود کو پاکستان کے مستقبل کے لئے ایک تباہ کن خطرہ سمجھتے ہیں۔

کہنے کو تو تم ہمارے بھائی ہو مگر وہ تمھاری ہی خود غرضی اور مفاد طلبی تھی جس نے ذوالنورینؓ کو شہید کرایا اور امیر المومنینؓ کو شیرِ خداؓ سے لڑایا۔ اور وہ تمھاری ہی جاہ پرستی

کا نتیجہ تھا جس نے کربلا کے میدان میں معصوموں کا خون بہایا اور سبطِ رسول کو ذبح کرایا۔ ماضی کی تاریخ تمہارے کرتوتوں سے بھری پڑی ہے مسلمانوں کو اغیار کی طاقتوں سے اتنا نقصان کبھی نہیں پہنچا جتنا کہ تمہاری تفرقہ پردازی نے پہنچایا۔

لیکن اب ہم نے تمہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ چاہے تم صوبہ پرستی کا بہروپ بھر کر آؤ یا مذہبی فرقوں کے چولے بدل کر ہم تمہیں پاکستان کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ تم قوم کی خوشحالی اور ملک کی ترقی کے حریف ہو۔

ہم تمہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان ایک ملک ہے اور اس میں رہنے والے ایک قوم! خواہ وہ بنگالی ہوں یا سندھی۔ بلوچی ہوں یا پنجابی۔ سرحدی ہوں یا ملتانی اور مہاجر ہوں یا انصار سُنی ہوں یا شیعہ۔ احمدی ہوں یا خوجہ ہندو ہوں یا عیسائی۔ مسلمان ہوں یا پارسی۔

اگر اب بھی تم صوبہ پرستی اور فرقہ واریت کو آلہ بنا کر پاکستان یا پاکستانی قوم کو نقصان پہنچانے کے درپے رہے تو تمہارا انجام عبرتناک ہوگا۔

غیر آباد پاکستانیوں کی آباد کاری اور ترقی اور تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل میں تاخیر کا سب سے بڑا سبب تمہارا ناپاک وجود (یعنی فرقہ پرستی کی لعنت) ہے جسے اب پاکستان ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

اس لئے ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ تم پاکستان کی قومی وحدت میں ضم ہو کر پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بناؤ ورنہ کسی صوبے یا کسی فرقہ کے نام پر اقتدار کی بھیک مانگنے والوں کو ذلت و رسوائی کی ٹھوکروں کے سوا اور کچھ نہ ملے گا۔

تم سارے پاکستان میں پھوٹ ڈلوا کر اپنے فرقے یا اپنے علاقے کا بھلا کرنا چاہتے ہو تو تمہاری یہ نیت تمہارے اپنے علاقے اور تمہارے اپنے فرقہ کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اس سے پہلے کہ پاکستان کا شاندار مستقبل دندناتا ہوا آئے اور تمہاری سسکتی ہوئی لاشوں کو روندتا ہوا "محال" کے ایوانوں میں وحدتِ قومی کا جھنڈا گاڑ دے۔ تم خود فرقہ پرستی کی لعنت کو ٹھکرا کر اس کی پیشوائی کے لئے آگے بڑھ جاؤ بلکہ خود پاکستان کی وحدتِ قومی کے علمبردار بن جاؤ۔

ہم نے تمہیں وقت سے پہلے متنبہ کر دیا ہے اور بالکل صحیح مشورہ دیا ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے چاہے اپنے مستقبل کو سنوار لو یا اپنی تباہی اور رسوائی کا انتظار کرو۔"

(فروری ۵۲ء صفحہ ۲)

پس مسلمانانِ پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس نو آزاد سلطنتِ خداداد کی حفاظت و استحکام کیلئے اسلامی اصولوں کو اپنائیں اور صحیح اسلامی جمہوری اصولوں پر اس ملک میں سچی جمہوریت کو قائم کریں ✦

اے بے خبر! بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند

بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی قصیدہ

دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند

مردم طلب کنند کہ اعجازِ آں کجاست
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند

کوریم از کمال تغافل بچشمِ ما
آں روئے خوب و گیسوئے عنبر فشاں نماند

بینم کہ ہر یکے بہ غمِ نفس مبتلاست
کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معیں
ایں یوسفے کہ ہیچ کسش کارواں نماند

جانم کباب شد ز غمِ ایں کتابِ پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

دوشش اندکے مرا بجائے شکیب بود
امشب مپرس حال کہ تاب و تواں نماند

اے سیدالورٰی مددے وقتِ نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند

صد بار رقصہا کنم از خود می اگر
بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

در رنج و درد مے گزرانیم روزگار
یارب ترحمے کہ دگر مہرباں نماند

یارب چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند

دیدم کہ زاہداں رہِ فرقاں گذاشتند
ناچار در دلم اثرِ مہرشاں نماند

اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی
کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت
عذرے دگر ترا بجنابِ یگاں نماند

بگذار وردِ مثنوی و شغلِ غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدرِ آں نماند

در خادماں نشینی و صد نازے کنی
آں را کہ سید است کس از خادماں نماند

خلق از برائے شوکتِ دنیا چہا کنند
دردا کہ مہرِ کعبہ چو مہرِ بتاں نماند

اے بے خبر! بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عربی سکھانے والا کتابی معلّم!

دُرُوْسٌ فِي اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ

(۵)

اَلدَّرْسُ السَّادِسُ عَشَرَ ١٦

(سولھواں سبق)

حَلُوْبٌ	عِجْلٌ	مَزْرَعَةٌ	بِئْرٌ	اَشْجَارٌ
دودھیل	بچھڑا	کھیت	کنواں	درخت
فَلَّاحٌ	غَنَمٌ	نِعَاجٌ	يَرْتَعُ	يَرْعَى
زمیندار	بکریاں	دُنبیاں	چرتا ہے	چراتا ہے

(۱) لِيْ بَقَرَةٌ حَلُوْبٌ - میرے پاس دودھیل گائے ہے۔

(۲) وَلِلْبَقَرَةِ عِجْلٌ جَمِيْلٌ - گائے کا خوبصورت بچھڑا ہے۔

(۳) اَلْعِجْلُ يَرْكُضُ وَرَاءَهَا - بچھڑا گائے کے پیچھے دوڑتا ہے۔

(۴) اَلْبَقَرَةُ تَرْتَعُ فِي الْمَزْرَعَةِ - گائے کھیت میں چرتی ہے۔

(۵) اَلْفَلَّاحُ يَسُوْقُ غَنَمَهُ وَنِعَاجَهُ اِلَى الْمَرْعَى - کسان اپنی بکریاں اور دُنبیاں چراگاہ کی طرف ہانک رہا ہے۔

(۶) هُوَ يَجْلِسُ فِي ظِلِّ الْاَشْجَارِ - وہ درختوں کے سائے میں بیٹھ جاتا ہے۔

(۷) وَتَرْتَعُ غَنَمُهُ وَنِعَاجُهُ فِي الْبَرِّيَّةِ اور اُس کی بکریاں اور دُنبیاں جنگل میں چرتی ہیں۔

(۸) وَلِلْفَلَّاحِ كَلْبٌ يَحْرُسُ غَنَمَهُ - کسان کا ایک کُتا ہے جو اُس کی بکریوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۹) فِي الْبَرِّيَّةِ بِئْرٌ مُعَطَّلَةٌ - جنگل میں ایک ویران کنواں ہے۔

(۱۰) اَلْكَلْبُ حَيَوَانٌ وَفِيٌّ - کُتا ایک وفادار جانور ہے۔

مشق ۱

ترجمہ کریں :-

(۱) کسان کنوئیں کے پاس بیٹھ گیا۔

(۲) کُتا کھیت کی طرف چلا گیا۔

(۳) وہ دودھ دینے والی گائے چاہتا ہے۔

(۴) میری بکریاں جنگل میں چرتی ہیں۔

(۵) میرا کُتا میری گائے کے پاس کھڑا ہے۔

(۶) زمیندار کا لڑکا اپنی گائے کھیت کی طرف لیجا رہا ہے۔

(۷) یہ درخت کس کے ہیں؟

(۸) ویران کنوئیں کے پاس مت بیٹھ۔

(۹) اس گائے کے پیچھے مت بھاگ۔

(۱۰) اسکے کھیت میں اپنی بکریاں مت چرا۔

مشق ۲

(۱) بتاؤ کہ مندرجہ بالا عربی فقرات میں کس کس اسم پر رَفْعٌ ہے اور کس کس پر جَرٌّ ہے ؟

(۲) اِن فقروں میں کونسا اسم مفرد ہے اور کونسا جمع ؟ براہِ مہربانی مفرد کا جمع اور جمع کا مفرد لکھیں۔

(۳) اِن فقروں میں جتنے افعال آئے ہیں ان پر نشان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اِن افعال میں کتنے فعل مضارع ہیں ؟

مشق ۳

اِن الفاظ کو فقروں میں استعمال کریں :۔

مَرْعًى	نَعْجَةٌ	رَكَضَ	مُعَطَّلَةٌ
چراگاہ	ایک دُنبی	وہ دوڑا	ویران یا بیکار (مؤنث ہے)
سَاقَ	عِجْلٌ	وَرَاءَ	حَارِسٌ
اس نے ہانکا	بچھڑا	پیچھے	چوکیدار۔ نگران
فَلَّاحٌ	شَجَرٌ۔		
زمیندار	درخت		

اَلدَّرْسُ السَّابِعُ عَشَرَ

(سترھواں سبق)

سُوقٌ	حَانُوتٌ	بَيَّاعُ الْخُضَارِ	صَائِغٌ
بازار	دکان	سبزی فروش	سُنار
حَدَّادٌ	طَبَّاخٌ	خَبَّازٌ	مُغْلَقٌ
لوہار	باورچی	نانبائی	بند
اِشْتَرَى	بَاعَ		
اس نے خریدا	اس نے بیچا		

(۱) زَيْدٌ طِفْلٌ صَغِيْرٌ - زید چھوٹا بچہ ہے۔

(۲) ذَهَبَ زَيْدٌ اِلَى السُّوْقِ مَعَ اَبِيْهِ
زید اپنے باپ کے ساتھ بازار گیا۔

(۳) دَخَلَ اَبُوْهُ فِيْ حَانُوْتٍ
اُس کا باپ ایک دکان میں داخل ہوا۔

(۴) هٰذَا الْحَانُوْتُ كَانَ لِبَيَّاعِ الْخُضَارِ
یہ دکان سبزی فروش کی تھی۔

(۵) كَانَ هُنَاكَ طَبَّاخٌ
وہاں پر ایک باورچی تھا۔

(۶) اِشْتَرَى زَيْدٌ خُبْزًا بِفَلْسٍ مِنْ دُكَّانِ الْخَبَّازِ
زید نے نانبائی کی دکان سے ایک پیسہ میں روٹی خریدی

(۷) يَبِيْعُ هٰذَا الصَّائِغُ ذَهَبًا خَالِصًا
یہ سُنار خالص سونا بیچتا ہے۔

(۸) اِشْتَرَيْتُ مِسْمَارَيْنِ مِنْ حَانُوْتِ الْحَدَّادِ
مَیں نے لوہار کی دکان سے دو کیل خریدے

(۹) مَتٰى تَذْهَبُ اِلَى سُوْقِ الْخُضَارِ
آپ سبزی منڈی کب جائیں گے؟

(۱۰) دُكَّانُ الْخَبَّازِ مُغْلَقٌ
نانبائی کی دکان بند ہے۔

مشق ۱

ترجمہ کریں :۔

(۱) یہ سُنار ہے اور وہ لوہار ہے۔

(۲) ایک چھوٹا بچہ نانبائی کی دکان میں داخل ہوا۔

(۳) ہمارے ہاں دو باورچی ہیں۔

(۴) لوہار کی دکان کل سے بند ہے۔

(۵) سبزی فروش آگیا ہے۔

(۶) میں نے دو روٹیاں دو پیسوں میں خریدیں۔

(۷) آپ کب دکان پہ بیٹھیں گے؟

(۸) اس کے باپ نے بازار میں بہت سی دکانیں کھول رکھی ہیں۔

(۹) وہ بازاروں میں پھرتا رہتا ہے۔

(۱۰) یہ سنار شریف آدمی ہے۔

مشق ۲

اِن الفاظ کو فقرات میں استعمال کریں:-

مِشْمَاشٌ	خُبْزٌ	حَوَانِيتُ	نَبِيْلٌ
کیبل	روٹی	دکانیں	شریف
بَيَّاعٌ	جَالِسٌ	حَدِيدٌ	حِلْيَةٌ
بیع کرنیوالا	بیٹھنے والا	لوہا	زیور
طَبْخٌ	آسْوَاق		
پکانا	بازار		

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر

"میرے مذہب میں قتلِ مرتد جائز نہیں!" (مولانا محمد علی جوہر)

قرآن مجید کے پیش کردہ عقائد دلائل پر مبنی ہیں۔ اسکے بتائے ہوئے اعمال از روئے عقل و واقعات مناسب اور درست ہیں۔ اسلئے اسلام کے منوانے کے لئے کسی جبر اور تشدد کی ضرورت نہیں۔

اسلام اپنی جاذبیت اور خوبیوں کی وجہ سے انسانی قلوب پر قبضہ کرتا ہے اسلئے عقل و فہم رکھنے والا کوئی مسلمان اسے غلط سمجھ کر اس سے مرتد نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ عقیدہ کا تعلق دل سے ہے اور دلوں کا مالک اور جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ارتداد محض کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دیگا جیسا کہ کفر محض کی سزا اس نے اپنے قبضہ میں رکھی ہے۔ ہاں فتنہ و شرارت اور فساد پھیلانے والے انسان کو سزا دینا حکومت کا فرض ہے۔ یہی وہ صحیح نظریہ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہی نظریہ قرآن مجید کے اصولِ حریتِ فکر و آزادیٔ رائے سے تطابق رکھتا ہے لیکن بعض غلط کار مولوی اور اسلام کے دوست نما دشمن اسلام کو جبر و تشدد کا مذہب قرار دیکر اسے بدنام کرتے ہیں اور اسلام میں مرتد کی سزا قتل قرار دیکر اسلام کی تبلیغ میں روکاوٹ ڈال رہے ہیں۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ایڈیٹر "ہمدرد" دہلی نے غلط خوردہ علماء کے خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"یاد رکھئے میرے مذہب میں قتلِ مرتد جائز نہیں صرف قتلِ مفسد جائز ہے"۔

(رسالہ "مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر" صفحہ ۱۰)

کیا تشدد پسند سیاسی علماء اس قولِ حق کو قبول کریں گے؟

اشتراکیت اور اسلام

چند مختصر اور اصولی نوٹ

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)

ذیل میں "اشتراکیت اور اسلام" کے مضمون پر چند مختصر اور اصولی نوٹ درج کئے جاتے ہیں جو کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک مضمون لکھنے کی غرض سے قلمبند کئے تھے۔ مگر ابھی تک اس مضمون کے لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ہمارے نوجوان محقق ان نوٹوں کو پھیلا کر اور مزید تحقیق کر کے مضمون تیار کر سکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اس وقت دنیا میں تین مختلف قسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے۔ جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اور تیسرا نظام کسی قدر پس پردہ رہکر گویا ان دو نظاموں کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے۔ اوّل الذکر دو نظام اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظام ہیں اور تیسرا نظام اسلام کا نظام ہے جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے تاکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلہ کے بعد اسے دنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے آگے لایا جائے۔ یہ تیاری اس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصریؑ کے مثیل اور ہمارے رسول پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت میں تمام ادیانِ عالم کے لئے حَکم و عدل بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا یاجوج اور ماجوج کے ناموں سے ذکر کیا ہے۔ اور پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دنیا پر چھا جائیں گے اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر ان کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ (سورہ انبیاء) یاجوج روس کا نام ہے جو آجکل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے۔ اور ماجوج برطانیہ کا نام ہے جو سرمایہ داری کے نظام کا علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں امریکہ بھی شامل ہے جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے۔ یہ دونوں نظام متضاد پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آرا ہیں۔ اور گو مخفی جنگ۔ جسے آجکل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا کولڈ وار کہتے ہیں اب بھی جاری ہے لیکن ایسے حالات سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں جن کے پیش نظر اس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھوٹ کر نہ صرف

ایک دوسرے پر چھاپنے بلکہ دنیا کے ہر ملک، اور ہر قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لئے ایک عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکا دیں گے۔

(۳) بظاہر حالات یہ دونوں نظام (یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری) اقتصادی اور تمدنی نوعیت کے نظام ہیں۔ مگر حقیقتاً ان نظاموں کے ساتھ نہ صرف سیاسیات بلکہ اخلاقیات اور روحانیات کی تاریں بھی اس طرح اُلجھی ہوئی ہیں کہ ان نظاموں کی ترقی اور تنزل کا اثر ان سارے میدانوں پر براہِ راست پڑتا ہے اور دنیا کا کوئی طبقہ خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی اپنے آپ کو لاتعلق سمجھ کر علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پس قبل اسکے کہ اس عالمگیر آگ کے شعلے کسی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں اس کا فرض ہے کہ حالات کا جائزہ لے کر کسی صحیح نتیجہ اور فیصلہ کن لائحہ عمل پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ ورنہ جو قوم اپنے آپکو محفوظ اور لاتعلق سمجھ کر خاموش بیٹھی رہے گی وہ یقیناً اس کبوتر کی مثال بنے گی جو بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب میں اس خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہوں۔

(۴) اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو افراد کی بجائے قوم اور ملک کی مشترکہ اجارہ داری قرار دے کر حکومت کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور اس طرح مشترکہ انتظام اور مشترکہ سامانوں کے ذریعہ دولت پیدا کر کے اور دولت کو ترقی دیکر اُسے افراد میں ان کی ضرورت کے مطابق بزعم خود مساویانہ اصول پر تقسیم کر دیا جائے۔ گویا دولت تو سب مل کر اپنی طاقت کے مطابق پیدا کریں اور خرچ افراد کی ضرورت کے مطابق (قطع نظر اس کے کہ دولت پیدا کرنے میں کس فرد کا کتنا حصہ ہے) تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے مقابل پر سرمایہ داری جس کے متعلق آجکل بعض لوگ جمہوریت کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں وہ نظام ہے جس میں افراد کے لئے ذاتی آمد اور ذاتی جائداد پیدا کرنے اور اس آمد اور اس جائداد سے ذاتی فائدہ اُٹھانے کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر عملاً اِس نظام کو اس طرح چلایا جاتا ہے اور ذاتی جائداد کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک محدود اور مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس جمع شدہ دولت کو مناسب رنگ میں سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا بھی کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا جاتا۔

(۵) اشتراکیت کا نظام دراصل سرمایہ داری کے نظام کا ہی ردِّ عمل ہے اور گویا بالواسطہ طور پر اسی کا ایک غیر قدرتی بچہ ہے۔ سینکڑوں سال سے دُنیا کا اقتصادی نظام ایسے رستہ پر چل رہا تھا کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی تھی اور آبادی کا بقیہ حصہ (اور اسی کی اکثریت تھی) غربت اور افلاس اور ناداری اور بے بسی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ سرمایہ داری کی یہ بھیانک صورت سب سے زیادہ روس کے ملک میں رونما ہوئی جہاں زاریوں اور اُن کے درباریوں اور رئیسوں کے تعیّش نے گویا غریبوں کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ اور ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہو رہی تھی۔ کیونکہ شعور موجود تھا مگر اس شعور کی تسکین کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پس جس طرح

ہر ظالمانہ نظام کا ایک ردِ عمل ہوا کرتا ہے جو گویا قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے۔ اور ایک انتہاء سے ہٹا کر دوسری انتہاء کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری اور دولت کے ناواجب اجتماع کا ردِ عمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور روس میں خصوصیت سے سماجی نظام کا پنڈولم ایک انتہاء کی چوٹ کھا کر دوسری انتہاء کو جا پہنچا۔

(۶) ان دونوں غیر فطری نظاموں کے مقابل پر جن میں سے ایک نظام انفرادیت کو مٹاتا اور دوسرا اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کرتا ہے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ عام حالات میں ذاتی دولت پیدا کرنے اور اس دولت سے فائدہ اٹھانے کے حق کو تو تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ایک ایسی موثر اور حکیمانہ مشینری لگا دی گئی ہے جس کی وجہ سے ملکی دولت کبھی بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اور دولت کو سمونے اور غریب و امیر کے فرق کو کم کرنے کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس طرح اسلام گویا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین کا نظام ہے۔ جس میں کمال حکمت سے ایک طرف تو دونوں نظاموں کی خوبیاں جمع ہیں اور دوسری طرف وہ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے مبرا اور آزاد ہے۔ اور اس کی اپنی خوبیاں مزید برآں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس اسلامی ملک کے مسلمان اسلام کی تعلیم پر قائم رہے ہیں (مگر افسوس کہ یہ نظارہ بہت کم نظر آتا ہے) وہاں نہ تو سرمایہ داری ہی اپنی بھیانک صورت میں قائم ہو کر اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کر سکی ہے اور نہ ہی اس میں اشتراکیت کو نفوذ کا رستہ مل کر انفرادیت کا جنازہ اٹھا ہے۔

(۷) اسلام نے سب سے پہلے دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے متعلق یہ اصولی تعلیم دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کے سامانوں اور دولت کے قدرتی وسائل کو تمام بنی آدم کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اور کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری قرار نہیں دیا۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:-

خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔

یعنی "اے وہ لوگو! جو اس دنیا میں بستے ہو خدا نے دنیا کی ہر چیز تم سب کے فائدہ کیلئے پیدا کی ہے"

اس واضح آیت سے ثابت ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت دولت پیدا کرنے کے ذرائع سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ اور ان پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن دوسری طرف اس کھلے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد جو فرق انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اسے بھی اسلام تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:-

واللہ فضّل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق ..... اولم یروا انّ اللہ یبسط الرزق لمن یّشاء ویقدر۔

یعنی "بعض لوگوں کو خدائی قانون کے

ماتحت دوسرے لوگوں پر رزق اور دولت میں فوقیت حاصل ہو جاتی ہے ..... (نیز) کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ خدا بعض لوگوں کے رزق میں فراخی پیدا کر دیتا ہے اور بعض کے لئے تنگی پیدا ہو جاتی ہے"۔

ان دو متقابل تعلیموں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تک دولت پیدا کرنے کے ذرائع کا سوال ہے وہ سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ مگر دوسری طرف انفرادی قابلیت اور انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں جو فرق افراد اور اقوام کی دولت میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اسے بھی خدائی قانون اور خدائی مشیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ فطری صورت ہے جس سے حقوق کا صحیح توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

(۸) اس کے مقابل پر اشتراکیت نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں دیکر انفرادی جدوجہد کے سب سے بڑے محرک کو تباہ کر دیا ہے۔ بے شک دنیا کے کام کے محرک بہت سے ہیں مگر وہ عالمگیر محرک جو تمام محرکات سے وسیع تر اور مضبوط تر ہے۔ جس کے اثر سے کوئی فرد بشر بھی باہر نہیں۔ کیونکہ وہ فطرت انسانی کا حصہ ہے۔ وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہ راست بھی کھائے۔ مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھدیا ہے۔ یہ درست ہے کہ دوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرتِ انسانی کا حصہ ہے اور اسلام نے اس جذبہ پر بھی بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ جذبہ انسانی تمدن کی جان ہے۔ مگر اسلام جو فطرت کا مذہب ہے اور تمام فطری جذبات کے توازن کو قائم رکھتا ہے اس نے اپنی محنت کے پھل کھانے کی عالمگیر خواہش کو بھی جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مٹایا نہیں اور نہایت حکیمانہ طور پر دونوں کے بین بین رستہ نکال کر انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو کی زندگی کا سامان مہیا کیا ہے۔

(۹) اشتراکیت کے نظام میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی روح کو بھی کچل دیا ہے۔ حالانکہ یہ روح قومی اور انفرادی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف انسانی جدوجہد میں وسعت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ انسانی دماغ بھی زیادہ سوچتا اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسابقت کی روح جسے انگریزی میں امبیشن (*Ambition*) کہتے ہیں ایک عظیم الشان فطری محرک ہے جو انسان کو آگے کی طرف دھکیل کر اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ میں دوسرے لوگوں سے آگے نکل جاؤں لیکن اشتراکیت کے نظام میں اس مسابقت کی روح کو اگر یکسر کچلا نہیں گیا تو کم از کم مفلوج ضرور کر دیا گیا ہے۔

(۱۰) اشتراکیت میں انفرادی ہمدردی اور مواسات

کے جذبات کو بھی بُری طرح کچلا گیا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی انفرادی امداد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا بلکہ ہر قسم کی امداد کا منبع صرف حکومت بن جاتی ہے۔ حالانکہ انسانی اخلاق کی تکمیل اور ترقی کے لئے یہ پہلو بھی نہایت ضروری ہے کہ حسب ضرورت رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی تنگی اور تکلیف کے اوقات میں انفرادی امداد اور مواسات کا راستہ بھی کھلا رہے۔ مگر اشتراکیت نے اس جہت سے بھی انسان کو صرف ایک مشین بنا دیا ہے حالانکہ قدرت نے انسان کو محض مشین کے طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ اسکے اندر محبت اور ہمدردی کے جذبات ودیعت کئے ہیں جنکے انفرادی اظہار کے لئے رستہ کھلا رہنا چاہیئے۔ کاش! اشتراکیت کے ارباب حل وعقد اس بات کو سمجھتے کہ انسان کے اندر صرف دماغ ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دل بھی پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب تک انسانی اخلاق میں عقل (Reason) اور جذبات (Sentiment) دونوں کی حکیمانہ آمیزش کا انتظام نہ ہو انسانیت کا آدھا دھڑ یقیناً مفلوج رہیگا۔

بے شک انفرادی امداد کے بعض پہلوؤں میں یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دینے والے میں احسان جتانے اور لینے والے میں اپنے آپ کو نیچا محسوس کرنے کی طرف میلان پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اس خطرہ کو اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دوسرے کی امداد کر کے احسان جتاتا ہے وہ نہ صرف اس امداد کا سارا ثواب ضائع کر لیتا ہے بلکہ بھاری گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہدایت دی ہے کہ انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طور پر دوسروں کو پتہ لگنے کے بغیر کی جائے۔ تاکہ امداد دینے والے اور لینے والے کے دلوں میں کسی قسم کے ناگوار احساسات نہ پیدا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حاجت مند لوگ محنت کر کے خود اپنی روزی کمائیں اور حتی الوسع سوال سے پرہیز کریں۔ اور دوسری طرف وہ ذی ثروت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ اپنے ماحول میں آنکھیں کھول کر زندگی گذاریں اور غریبوں اور محتاجوں کے سوال کے بغیر خود بخود ان کی امداد کو پہنچیں۔ بہرحال اسلام نے عقل اور جذبات دونوں میں نہایت درجہ حکیمانہ توازن قائم کیا ہے لیکن اشتراکیت جذبات کے پہلو کو یکسر مٹا کر اس فطری توازن کو کلیتہً برباد کر رہی ہے۔

(۱۱) پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ جذبات کو مٹانے اور دماغ کو اس کے واجبی مقام سے زیادہ حیثیت دینے کے باوجود اشتراکیت کے نظام میں انسانی دماغ کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی بلکہ عملاً وہی ہاتھ پاؤں والی عمومی پوزیشن تسلیم کی گئی ہے۔ کیونکہ اسی اصول کے مطابق افراد کا گذارہ مقرر ہوتا ہے۔ اب یہ ایک مسلّمہ اصول اور تجربہ شدہ حقیقت ہے کہ جس چیز کی اس کے ارفع ہونے کے باوجود زائد قیمت نہ لگے وہ آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گر کر نیچے کی چیزوں کی سطح پر آجاتی ہے۔ اسی طرح اشتراکیت کا نظام درحقیقت بنی آدم کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہنچانے کا موجب

ہیں۔ گو ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں کا نتیجہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقت لیکر آئندہ نسلوں میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے مگر ہوتا یقیناً ہے۔ کیونکہ قدرت کا قانون ٹل نہیں سکتا۔

(۱۲) علاوہ ازیں اشتراکیت کے نظام میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انسانی حقوق کی فطری تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور سارے حقوق کو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیمانہ سے ناپا گیا ہے۔ حالانکہ دراصل انسانی حقوق دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ حقوق جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف کا قیام۔ ملکی عہدوں کی تقسیم۔ ترقی کے راستوں کا سب کے واسطے یکساں کھلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرے وہ حقوق جو یا تو فطری قویٰ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور یا انفرادی جدّوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا عقل و خرد میں دوسروں سے آگے ہونا یا زیادہ محنت کا عادی ہونا یا زیادہ اچھے طریق پر کاموں کو سرانجام دینا وغیرہ۔ حقوق میں یہ طبعی تفاوت اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا لیکن اشتراکیت نے اِن ہر دو قسم کے حقوق کو ایک ہی چیز قرار دیکر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لاکر بالکل خلط ملط کر دیا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر اسلام نے حقوقِ انسانی کی اس فطری تقسیم کو پوری طرح ملحوظ رکھکر ہر ایک کے مناسبِ حال علیحدہ علیحدہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے پہلی قسم کے حقوق میں تو جن کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے کامل مساوات قائم کی ہے اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا لیکن دوسری قسم کے حقوق میں جو مختلف لوگوں کے انفرادی قویٰ اور انفرادی کوشش سے تعلق رکھتے ہیں ایک نہایت درجہ حکیمانہ نظام کے ماتحت سمونے کی تو ضرور کوشش کی ہے لیکن جبر کے طریق پر دخل دیکر ان سارے فرقوں کو یکسر مٹانے کا ظالمانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ اور حق یہ ہے کہ اِن فرقوں کو مٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً دماغی قویٰ کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ جسمانی طاقتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ انفرادی جدّوجہد کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟

(۱۳) اشتراکیت اور سرمایہ داری کے ہر دو نظاموں میں یہ بھاری نقص بھی ہے کہ وہ انسان کو جدّوجہد کے میدان سے نکال کر اور گویا کلّیۃً خارجی سہاروں پر بٹھا کر غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ داری تو دولت مندوں کے لئے جمع شدہ خزانوں کا سہارا مہیّا کر کے غفلت پیدا کرتی ہے اور اشتراکیت عوام کو حکومت کے کھونٹے سے باندھ کر غافل رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر اسلام کا نظام انسان کو ہر وقت جدّوجہد کے میدان میں کھڑا رکھتا ہے۔ اور خارجی سہارے صرف اس حد تک مہیّا کرتا ہے کہ وہ غفلت کا موجب نہ بنے اور یہی صحیح فطری طریق ہے جس سے ایک طرف تو انسان میں انفرادی کوشش اور جدّوجہد کی کیفیت زندہ رہتی ہے اور افراد کا دماغ ہوشیار اور چوکس رہنے پر مجبور ہوتا ہے اور دوسری طرف خاص خطرہ کے

اوقات میں کسی قدر خارجی سہاروں کا آسرا بھی موجود رہتا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ افراد کی معیشت کے متعلق حکومت کا ہر حال میں کُلّی طور پر ذمہ دار بن جانا ایک ایسا ہی غیر فطری سہارا ہے جیسا کہ جمع شدہ خزانہ پر کسی شخص کا غافل ہو کر بیٹھ جانا بے شک درجہ کا فرق ضرور ہوگا لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سوچ سکتا ہے کہ دراصل اس جہت سے ان دونوں نظاموں کی نوعیت اور بنیادی نظریہ ایک ہی ہے کہ وہ انسان کو جدّ وجہد کے میدان سے نکالتے ہیں اور صحیح نظریہ صرف اسلام کا ہے جو ہر فرد کو خواہ وہ امیر ہے یا غریب اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے ہر وقت چوکس رکھتا اور اُونگھ کر غافل ہونے سے بچاتا ہے۔

(۱۴) مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے لئے خواہ وہ مسلمان ہیں یا عیسائی یا یہودی یا بُدھ یا ہندو یا سکھ یا کوئی اور ایک خاص قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ نہ صرف اشتراکیت کا سارا میلان اور سارا ذہنی ماحول مادّی ہے بلکہ عملاً بھی اس کا سارا زور مادیت کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں انسان کے رُوحانی پہلو کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس نظام کے تمام کَل پُرزے رُوحانیت کو مٹانے اور کچلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خواہ اشتراکیت اپنے مُنہ سے خدا کے عقیدہ کے خلاف کچھ بولے یا نہ بولے اس کا عملی اثر نمایاں طور پر دہریت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس طرح اشتراکیت نے انسانیت کے نصف بہتر حصّہ کو گویا تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور کمیونسٹوں کی اگلی نسل یقیناً ایک دہریہ نسل ہے جس میں کسی خدا پرست کو ڈھونڈنا ایک عبث فعل سے زیادہ نہیں۔ وما تخفی صدورھم اکبر۔

(۱۵) اشتراکیت کے نظام کی رازداری بھی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ روس کا فولادی پردہ (آئرن کرٹین) ایک معروف حقیقت ہے جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔ اگر اشتراکیت حقیقتاً ایک رحمت اور بنی نوع انسان کے لئے واقعی مفید چیز ہے تو اس رازداری کے کیا معنے ہیں؟ روس کے دروازے غیر ملکی مبصروں کے لئے کیوں بند ہیں؟ اشتراکیت کے پرچارک دوسرے ممالک میں خفیہ نفوذ کا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں؟ تاریخِ عالَم کا مطالعہ اِس بات پر ایک زندہ گواہ ہے کہ دُنیا میں کوئی صداقت کبھی رازداری کے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ ایک کُھلی حقیقت بنکر آتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر موجودہ زمانہ تک جتنے بھی مصلح دُنیا کے مختلف ممالک میں آئے ہیں ان سب نے بلا استثناء اپنے اصولوں کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے اور ان اصولوں کی تبلیغ میں بھی کبھی کوئی رازداری نہیں ہوتی۔ تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اشتراکیت میں یہ رازداری کیوں ہے؟ کمیونزم کے متاع کو دُنیا کی کُھلی منڈی میں کیوں نہیں لایا جاتا۔ فتدبّروا یا اولی الالباب۔

(۱۶) اب میں اسلامی نظریہ کی طرف آتا ہوں۔ اصولی طور پر اُوپر کے نوٹوں میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر ایک طرف

اسلام دُنیا کے سامانوں اور دولت پیدا کرنے کے قدرتی ذرائع میں سب بنی نوع انسان کا مساویانہ حق تسلیم کرتا ہے اور ان ذرائع کو کسی خاص قوم کی اجارہ داری قرار نہیں دیتا وہاں دوسری طرف وہ عملاً دولت کے اس تفاوت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جو افراد کے ذاتی قویٰ اور ذاتی جدّ و جہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے (دیکھو پیرا ۲ جو اُوپر گذر چکا ہے) لیکن ظاہر ہے کہ انسانی مساوات میں سب سے پہلا اور سب سے مقدم سوال دولت کی تقسیم کا نہیں بلکہ انسان کی نسلی اور شخصی مساوات کا ہے۔ کیونکہ دراصل یہی وہ میدان ہے جس میں جذباتی کشمکش اور سماجی خلیج پیدا ہو کر سب سے زیادہ فتنہ کا رستہ کھولتی ہے اور سوسائٹی کے مختلف طبقات ایک دوسرے کے مقابل پر رقیبانہ کیمپ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو اس کے متعلق مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور کس شان سے فرماتے ہیں کہ:۔

یاایّھا النّاس اَلَا اِنّ ربّکم واحدٌ
واِن اباکم واحدٌ اَلَا لا فضلَ
لِعَرَبِیٍّ علیٰ عجمیّ ولا لعجمیّ علیٰ
عربیّ ولا لِاَحمر علیٰ اَسْوَد و
لا لِاَسْود علیٰ اَحمر اِلّا بالتقویٰ

یعنی "اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا اور پھر کان کھول کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے سوائے ایسی ذاتی خوبی کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔"

یہ نظریہ اسلامی مساوات کا بُنیادی پتھر ہے جس میں سب اقوامِ عالم کو بلا استثناء ایک لیول پر کھڑا کر کے پھر ان میں انفرادی کوشش اور انفرادی جدّ و جہد کی بنا پر مسابقت کی رُوح پیدا کی گئی ہے کہ اب جو شخص چاہے اپنے ذاتی اوصاف کے زور سے آگے نکل جائے۔

(۱۷) سوال ہو سکتا ہے کہ اسلام کا تمدنی نظریہ بھی ٹھیک اور دولت کے قدرتی وسائل کے متعلق اس کی تعلیم بھی بجا لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ اگر انفرادی قوٰے اور انفرادی جدّ و جہد کے نتیجہ میں دولت کا توازن ناگوار صورت اختیار کر لے تو پھر اس توازن کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے کیا صورت کی جائے؟ سو اس خطرہ کی طرف سے بھی اسلام غافل نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

الذین یکنزون الذھب والفضّۃ
ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشّرھم
بعذاب الیم ..... ھٰذا ما کنزتم
لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون

یعنی "جو لوگ سونے چاندی کے مالوں کو بند خزانوں کی صورت میں جمع کر کے رکھتے ہیں اور

انہیں خدا کے مقرر کردہ رستوں میں خرچ نہیں
کرتے تو اے رسول تم ایسے لوگوں کو خدا کے
دردناک عذاب کی خبر دو ...... ان کے لئے
ان ہی بند خزانوں کو عذاب کا آلہ بنا دیا جائیگا
اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان خزانوں
کا مزا چکھو جنہیں تم نے صرف اپنی جانوں اور
اپنے عزیزوں کے لئے روک رکھا تھا"

اس سنہری تعلیم کے ذریعہ اسلام نے دولت کو کھلے میدان میں لانے اور ایک طرف غریبوں اور مسکینوں کی امداد پر بلاواسطہ خرچ کرنے اور دوسری طرف دولت کو تجارتوں اور صنعتوں میں لگا کر عوام کو بالواسطہ فائدہ پہنچانے کا رستہ کھولا ہے اور ایک زبردست انتباہ کے ذریعہ لوگوں کو ہوشیار کیا ہے کہ اگر تم نے اپنے خزانوں کو بند کر کے رکھا اور انہیں ملک و قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کیا تو یہی بند خزانے تمہارے لئے ایک زمانہ میں دردناک عذاب بن جائیں گے۔ اور اس دردناک عذاب میں صرف آخرت کے عذاب کی طرف ہی اشارہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے موجودہ زمانہ کی اس ہیبت ناک کشمکش کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں مزدور سرمایہ دار کے خلاف اور مزارع مالک کے خلاف اُٹھ کر ان کی زندگی کی شیرینی کو تلخ اور ان کے دل و دماغ کے سکون کو برباد کر رہا ہے۔

(۱۸) لیکن اسلام نے اس معاملہ میں صرف اصولی تحریک پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ قومی اور ملکی دولت کو مناسب رنگ میں سمونے کے لئے ایک مؤثر مشینری بھی قائم کی ہے۔ اور اس مشینری کو چالو رکھنے کے لئے بہت سے معین احکام صادر فرمائے ہیں۔ ان احکام میں سے ایک حکم **قانونِ ورثہ** سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک نہایت درجہ حکیمانہ قانون ہے جس کی رُو سے ہر مرنے والے مسلمان کا ترکہ صرف ایک بچہ یا صرف ترینہ اولاد یا صرف خالی اولاد کے ہاتھ میں ہی نہیں جاتا بلکہ سارے لڑکوں اور ساری لڑکیوں اور بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بھائیوں اور بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بھی ایک نہایت مناسب شرح کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح گویا اسلام نے دولت کی دَوڑ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بعض قانونی روکیں (یعنی Hurdles) قائم کر دی ہیں اور ہر نسل کے خاتمہ پر ایک روک (Hurdle) سامنے آکر دولت کے اس فرق کو کم کر دیتی ہے جو اس عرصہ میں پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اسلام کے اس قانونِ ورثہ پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل ظاہر و عیاں ہو جاتی ہے کہ اس قانون کے ذریعہ صرف ورثاء کو ورثہ پہنچانا ہی مدنظر نہیں ہے بلکہ ملکی اور قومی دولت کو سمونا بھی اس کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

قانونِ ورثہ کے ضمن میں ہی اسلام نے ایک **قانونِ وصیت** بھی جاری فرمایا ہے جس کی رُو سے ہر مسلمان کو اپنی جائداد کے ایک تہائی (⅓ حصہ) کے متعلق غیر وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کے پاس ۳ لاکھ روپے کا مال ہے تو وہ اس میں سے

ایک لاکھ روپیہ تک کی ایسے لوگوں یا اداروں کے حق میں وصیت کرسکتا ہے جو اس کے شرعی وارث نہیں ہیں۔ یہ نظام بھی مُلکی دولت کو سمونے کا ایک مقدس ذریعہ ہے اور ہزاروں نیک دل مسلمانوں نے اس بابرکت نظام سے فائدہ اُٹھا کر اپنی جائیدادوں کے معقول حصّے غریبوں کے لیے یا غریبوں کی امداد کرنے والے اداروں کے لئے یا جماعتی اور قومی کاموں کے لئے وقف کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔

(۱۹) اسلام کا قانون امداد باہمی بھی مُلکی دولت کو سمونے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے اور اسلام نے اِس قانون کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصّہ جبری ہے اور دوسرا حصّہ طوعی ہے۔ جبری قانون زکوٰۃ کے نظام سے تعلق رکھتا ہے جس کے ذریعہ امیر لوگوں کی دولت پر حالات کے اختلاف کے ساتھ ۲½ فیصدی شرح سے لیکر ۲۰ فیصدی شرح تک خاص ٹیکس لگا کر حکومتِ وقت یا نظامِ قومی کی نگرانی میں غریبوں اور مسکینوں اور کم آمدنی والے لوگوں کی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس تعلق میں امیر سے مراد امیر کبیر لوگ نہیں ہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی اصل اور فوری ضرورت سے کسی قدر زائد دولت رکھتا ہے اس پر زکوٰۃ ٹیکس لگا کر کمزور لوگوں کی امداد کا رستہ کھولا جاتا ہے۔ اور اِس ٹیکس کو عائد کرتے ہوئے مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے وہ بھی اس ٹیکس کی غرض و غایت کو واضح کو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:-

تؤخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم

یعنی "زکوٰۃ کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ دولت رکھنے والے لوگوں کی دولت کا ایک حصّہ کاٹ کر غریبوں اور کمزور لوگوں کی طرف لوٹایا جائے"

اِس حدیث میں "لوٹایا جائے" کے لطیف اور پُر معنے الفاظ اِس غرض سے استعمال کئے گئے ہیں کہ تا یہ ظاہر ہو کہ یہ ٹیکس غریبوں کو احسان کے طور پر نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے بے اصول امیروں کو ان پر احسان جتانے کا موقع پیدا ہو بلکہ یہ ایک لازمی اور قدرتی حق ہے جو خالقِ فطرت نے امیروں کے مال میں غریبوں کا مقرر کر رکھا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اصل ملکیت خدا کی ہے جو سب کا آقا و مالک ہے اور دوسرے حقیقتاً ہر مال کے پیدا ہونے میں لازماً غریبوں اور مزدوروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ پھر زکوٰۃ کے معنے بھی پاک کرنے اور ترقی دینے کے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف زکوٰۃ کی ادائیگی زکوٰۃ دینے والے کے مال کو دوسروں کے حق سے پاک کرتی ہے اور دوسری طرف وہ زکوٰۃ لینے والوں کی ترقی کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

(۲۰) قانون امداد باہمی کا دوسرا حصّہ طوعی نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نظام کے ذریعہ اسلام نے غریبوں کی مالی امداد کے علاوہ سوسائٹی میں باہم محبت اور ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو زندہ رکھنے کا دروازہ بھی کھولا ہے۔ اسلام نے اِس طوعی نظام پر انتہائی زور دیا ہے اور غریب بھائیوں کی ہمدردی اور امداد کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دیا ہے۔ اور خود ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں اور

یتیموں کی امداد میں "آپ کا ہاتھ اُس تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی" اور آپ اکثر یہ بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جہاں زکوٰۃ برملا ادا کرو کیونکہ جبری ٹیکس ہونے کی وجہ سے وہ حکومت کے انتظام کے ماتحت خرچ ہوتی ہے وہاں ذاتی اور انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طریق پر دو تا کہ دینے والے کے دل میں احسان کا خیال اور لینے والے کے دل میں کمتری کا احساس نہ پیدا ہو اور جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے غریبوں اور مسکینوں کی امداد کا یہ طوعی نظام زکوٰۃ کے جبری نظام کے علاوہ تھا۔ اور ضروری تھا کہ جبری نظام کے ساتھ ساتھ اس قسم کا طوعی نظام بھی قائم کیا جاتا تا کہ لوگوں کے دلوں میں اخوّت اور محبت اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو زندہ رکھا جا سکے لیکن اس کے مقابل پر اشتراکیت اِن سب جذبات کو مٹا کر انسان کو محض ایک مشین بنانا چاہتی ہے۔

(۲۱) اِسی تعلق میں اسلام کا قانونِ تجارت اور قانونِ لین دین بھی ملکی دولت کے ناواجب اجتماع کو روکنے کی ایک بھاری مشینری ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام نے سُود کو حرام قرار دیکر دولت کے توازن کو برباد کرنے کا ایک بہت بڑا آلہ یکسر مٹا دیا ہے۔ سُود کے ذریعہ انسان کو اپنی طاقت سے بڑھکر قرضہ برداشت کرنے کی ناواجب جرأت پیدا ہوتی ہے اور عوام کا روپیہ سمٹ کر آہستہ آہستہ امیروں کے خزانہ میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو دُنیا میں زیادہ تر سُود ہی سرمایہ داری کو بھیانک صورت دینے کا ذمہ وار ہے۔ اگر آج سُود کا لین دین بند ہو جائے تو ملک کی بڑی بڑی تجارتیں اور صنعتیں چند سرمایہ دار افراد کے ہاتھ سے نکل کر یا تو مشترکہ سرمایہ والی تجارت اور مشترکہ صنعت کی صورت میں منتقل ہو جائینگی اور یا اس قسم کی بڑی تجارتیں اور صنعتیں جو ملکی دولت کے توازن کو خراب کرنے والی ہیں حکومت کے ہاتھ میں چلی جائیں گی اور دونوں طرح دولت کے سمونے کا رستہ کھُلے گا۔ اور ظاہر ہے کہ چند خاص تجارتوں اور صنعتوں کے حکومت کے قبضہ میں ہونے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس میں بعض ملکی اور قومی فوائد متوقع ہیں۔ اس کے علاوہ سُود کی حُرمت سے پرائیویٹ لین دین کے میدان میں بھی امیروں کے لئے غریبوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنے اور ان کے خون چُوسنے کا موقع نہیں رہتا۔ یہ خیال کہ سُود کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی ایک محض نظر کا دھوکہ ہے جو موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہوُا ہے جبکہ یورپ و امریکہ کے سرمایہ داروں کی وجہ سے سُود کا جال وسیع ہو چکا ہے۔ ورنہ اس سے قبل سُود کے بغیر بھی دُنیا کی تجارت چلتی تھی اور انشاء اللہ اس باطل ماحول کے مٹنے پر پھر پہلے سے بڑھ کر چلے گی۔ سُود کی جگہ اسلام نے قرضہ بصورت رہن اور مشترکہ سرمایہ کے طریق کو ترویج دی ہے۔ کیونکہ اس میں دولت کے توازن کو بگاڑنے کے بغیر تجارت کا رستہ کھُلتا ہے اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں لگتی۔

سُود کی حُرمت کے ساتھ ساتھ اسلام نے جُوئے کو بھی حرام قرار دیا ہے کیونکہ جُوئے میں دولت کے حصول کو محنت اور ہُنرمندی پر مبنی قرار دینے کی بجائے محض اتفاق پر مبنی قرار دیا جاتا ہے جو نہ صرف قومی اخلاق کے لئے مہلک ہے

بلکہ بسا اوقات ملک میں دولت کی ناواجب تقسیم کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۲۲) اُوپر والا انتظام جس میں ایک طرف ذاتی جائداد کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے اور دوسری طرف ملکی دولت کو زیادہ سے زیادہ سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے عام حالات کے لئے مقصود ہے لیکن اگر کسی وقت ملک میں قحط یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے غیر معمولی حالات پیدا ہو جائیں اور خوراک کے ذخیروں میں کمی آجائے یعنی ملک و قوم کے ایک حصہ کے پاس تو زائد خوراک موجود ہو اور دوسرے حصہ کے پاس اقل ضرورت سے بھی کم ہو یا بالکل ہی نہ ہو اور لوگوں کی جانوں کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس قسم کے خاص حالات میں اسلام حکم دیتا ہے کہ امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو اکٹھا کر کے سب کی ضرورت کے مطابق راشن بندی کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کئی موقعوں پر اس قسم کے حالات پیدا ہوئے اور آپ نے ان غیر معمولی حالات میں نہ صرف اِس قسم کے استثنائی انتظام کی اجازت دی بلکہ اسے پسند فرمایا اور اس کی تاکید کی۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے:۔

خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فاصابنا جھد حتی ھممنا ان ننحر بعض ظھرنا فامرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجمعنا ازوادنا۔

یعنی "ایک صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے مگر رستہ میں ہمیں خوراک کی سخت کمی پیش آگئی۔ حتیٰ کہ مجبور ہو کر ہم نے (سواریوں کی کمی کے باوجود) ارادہ کیا کہ خوراک کے لئے اپنی بعض سواری کی اونٹنیاں ذبح کر دیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے خوراک کے ذخیرے اکٹھے کر لئے جائیں اور پھر آپ نے اس جمع شدہ ذخیرہ سے سب کو حسب ضرورت راشن تقسیم کرنا شروع کر دیا۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو او قل طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینھم فی اناء واحد بالسویۃ فھم منی وانا منھم۔

یعنی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کا یہ طریق ہے کہ جب کسی سفر میں انہیں خوراک کا ٹوٹا پڑ جاتا ہے یا حضر کی حالت میں ہی ان کے اہل و عیال کی خوراک میں کمی آجاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ سب لوگوں کی خوراک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور پھر اس جمع شدہ خوراک کو ایک ناپ کے مطابق

سب لوگوں میں مساویانہ طریق پر بانٹ دیتے ہیں یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ۔"

اس شاندار تعلیم سے ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف اسلام نے انفرادیت کو زندہ رکھنے کے لئے ذاتی اعمال اور ذاتی جائداد کے اصول کو تسلیم کیا ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کو زندہ رکھنے کے لئے غریبوں کی امداد کے انتظام کے علاوہ بعض حالات میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ خوراک کی استثنائی قلت کے زمانہ میں جبکہ سوسائٹی کے ایک حصہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو جمع کر کے سب میں حسب ضرورت مساویانہ طریق پر تقسیم کر دو ۔ اور یہی وہ وسطی تعلیم ہے جس سے دُنیا میں حقیقی امن کی بُنیاد رکھی جا سکتی ہے ۔

(۲۳) بالآخر اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ ایسے معذور لوگ جو کسی بیماری یا کمزوری یا جسمانی نقص کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کما سکتے یا ان کی روزی ان کی واجبی ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتی اور ان کی بیکاری اور غربت غفلت اور سُستی کی وجہ سے نہیں ہے تو ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کا انتظام حکومت کرے ۔ اور اقل ضروریات میں خوراک، لباس اور مکان شامل ہیں ۔ (سورہ طٰہٰ) یہ انتظام اس لئے بھی ضروری تھا کہ قرآنی تعلیم کے مطابق مخلوق کے رزق کی آخری ذمہ داری خدا تعالےٰ پر ہے (سورہ ہُود) پس جو حکومت دُنیا میں خدا کی نمائندہ بنتی ہے اس کا فرض ہے کہ ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کی متکفل ہو جو اپنی خواہش اور کوشش کے باوجود مناسب آمدنی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔

(۲۴) خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں ایک طرف اشتراکیت کا نظام :-

(الف) انفرادی جدوجہد کے جذبہ کو کمزور کر کے کام کے سب سے بڑے فطری محرک کو مٹاتا

(ب) فطرتِ انسانی کے جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو تباہ کرتا

(ج) انسان کے دماغی قوی کو بے قیمت ٹھہرا کر تنزّل کے راستہ پر ڈالتا

(د) انسان کے اقتصادی حالات کو غیر فطری خارجی مہاروں کے ساتھ وابستہ کرتا اور

(ھ) روحانیت کو مٹا کر دہریت اور مادیت کا بیج بوتا ہے

وہاں دوسری طرف اسلام کا نظام :-

(الف) اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین فطری اور وسطی راستہ پر گامزن ہوتا

(ب) انفرادی جائداد کے اصول کو تسلیم کرنے کے باوجود مُلکی اور قومی دولت کو سمونے کے لئے ایک پختہ مشینری قائم کرتا

(ج) دولت پیدا کرنے کے قدرتی وسائل کو سب کیلئے یکساں کھُلا رکھتا

(د) انسانی جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو زندہ

دکھتا اور تقویت پہنچاتا اور

(ھ) خالق و مخلوق کے فطری رشتہ کو ملحوظ رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔

پس اشتراکیت اور سرمایہ داری کے انتہائی نظاموں کے مقابلہ پر اسلام کا وسطی نظام ہی اس قابل ہے کہ اس پر دُنیا کے تہذیب و تمدّن کی بُنیاد رکھی جائے اور انشاء اللہ اسلام کی ترقی کے دوسرے دَور میں جو اب شروع ہو رہا ہے ایسا ہی ہو گا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں کیا خوب فرمایا ہے کہ جعلناکم امّۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس "یعنی اے مسلمانو! ہم نے تمھیں ایک وسطی اُمّت بنایا ہے۔ تاکہ تم دُنیا کی مختلف قوموں کے لیئے جو افراط و تفریط کی طرف جُھکی ہوئی ہیں خدا کی طرف سے سچّے رستہ کے گواہ رہو۔" ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العظیم۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین +

دوستوں کی دعاؤں کا طالب

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ربوہ

(بشکریہ روزنامہ الفضل)

تُو ہے کتابِ زندگی

(از مکرم امین اللہ خان صاحب سالک متعلم جامعہ احمدیہ)

اے چشمۂ نورِ ہدیٰ! — اے منبعِ فیضِ خدا
فُرقان تیرا کام ہے — قُرآن تیرا نام ہے
اِک بحرِ بے پایاں ہے تُو — اور ہادیٔ انساں ہے تُو
تُو ہے تجلّیٔ طُور کی — تُو مَوج ہے اِک نُور کی
لوگوں کو ہے قائل کیا — اُلفت سے ہے گھائل کیا
صدیوں تلک ٹیڑھے رہے — جو لوگ۔ سیدھے ہو گئے
ہر زخم کو مرہم دیا — ظلمت کو بھی برھم کیا
تُو ہے کتابِ زندگی — ہے تجھ سے آبِ زندگی
تجھ سے ہے تابِ زندگی — تُو ہے شرابِ زندگی
رشکِ مہ و اختر ہے تُو — گنجینۂ گوہر ہے تُو
وہ مُلک جو تاریک تھا — مثلِ خورِ تاباں ہُوا

مُردوں کو زندہ کر دیا
خالق کا بندہ کر دیا

قرآن مجید کی معجزانہ بلاغت و ترتیب کی چند ایک مثالیں

(۳)

(از قلم جناب سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ)

اس سلسلۂ مضمون کی سابقہ دو قسطوں میں وضاحت سے یہ تبلایا جاچکا ہے کہ لفظ قَالَ قرآن مجید کی آیات میں جہاں حذف کیا گیا ہے وہاں یہ حذف موقع و محل کے تقاضا سے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اِس قسم کا حذف بالالتزام کیا گیا ہے۔ اب مَیں ذیل میں اختصار سے ایسی آیات بطور حوالہ درج کرتا ہوں تا قارئین پر واضح ہوجائے کہ مذکورہ بالا نظریہ محض ایک خیال ہی نہیں بلکہ امرِ واقعہ ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوجائے گا کہ قرآن مجید علیم و خبیر خدا کا کلام ہے نہ کہ انسان کا۔

اوّل اس لئے کہ اِس کا اسلوبِ بیان اُس اسلوب سے بالکل نرالا ہے جو انسانی کلام کا ہے۔

دوم اس لئے کہ نہایت درجہ اختصار کے باوجود اپنے اندر ایک وسیع معلومات کا خزانہ رکھتا ہے اور اسمیں علم غیب ہے جس کا احاطہ کرنا انسان کی طاقت میں نہیں۔ اور اس کلام کے ساتھ قادرانہ تصرفات کارفرما ہیں جو اپنی نوعیّت میں بالکل خارقِ عادت ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

وہ آیات جن میں قَالَ یا قُلْنَا کا لفظ حذف ہے سابقہ مضمون کے بعد حسب ذیل ہیں:-

(۳) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط ۔۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط (سورہ بقرہ ع۱)

یعنی "یاد کرو وہ وقت کہ جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کیلئے ثیا مگاہ اور امن کی جگہ بنایا۔۔۔ اور بناؤ مقامِ ابراہیم کو جائے نماز۔"

اِس آیت کے پہلے حصّہ میں اُس مشہور واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بے آب و گیاہ لق و دق جنگل میں اپنی بیوی اور بچے کو خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے چھوڑا۔ وہاں ذرائع و وسائلِ معیشت معدوم تھے مگر اللہ تعالےٰ نے کامل بے بسی اور بیکسی کی حالت میں تمام ضروری اسباب اُن دونوں کے لئے پیدا کر دیئے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم صادر ہوا کہ ابراہیم کے مقام کو نمازگاہ بنایا جائے اور اس نے اس جگہ کو امن کی جگہ بنایا اور یہ عزت دی کہ لوگ بار بار اس کی طرف لوٹتے اور رجوع کرتے ہیں۔ آیت کے پہلے حصّہ کے بعد "ط" کا وقفِ مطلق ہے اور دوسرے حصّہ کے آخر میں بھی "ط" کا وقف ہے۔ یہ

وقفے دو مختلف زمانوں پر دلالت کرتے ہیں اور لفظ "قَالَ" دوسرے حصہ سے پہلے اسلئے حذف کیا گیا ہے کہ مقامِ ابراہیمؑ کو جو لوگوں کیلئے قبلہ بنایا گیا اُس میں خالص ملائکۃ اللہ کے تصرفات کا تعلق تھا نہ کسی انسان کا دخل اور واسطہ۔

(۴) صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ
اللّٰهِ صِبْغَةً ز ...... وَّنَحْنُ لَهٗ
عٰبِدُوْنَ ٥ (البقرہ ع۱۶ آیت ۱۳۹)

یعنی "اللہ کا رنگ اختیار کرنا۔ اور رنگ میں اللہ سے اچھا کون ہے) ..... اور ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں"

اِس آیت میں نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ سے پہلے "یقولون" محذوف ہے۔ بوجہ اس کے کہ وہ لوگ جو کہ اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہیں اُن کا عمل اُن کی عبودیت پر شہادت دیتا ہے۔ اِس آیت میں تین جُملے ہیں۔ ہر جملے کے خاتمہ پر ایک وقفہ کی علامت ہے۔ پہلے جملے میں امر کا صیغہ محذوف ہے۔ اور یہ جملہ یوں ہے۔ اصطبغوا بصبغة الله۔ یہ ترکیب اپنے اندر بہت ہی قوت اور تاکید رکھتی ہے۔ اِس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کے اخلاق کو اپنانا ہوگا۔ کیونکہ اس کے اخلاق سے بڑھ کر اچھے اخلاق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا ہی اصل عبادت ہے۔ لفظ عبودیت کے معنوں میں بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے کہ اپنی مرضی کو چھوڑ کر خدا کی مرضی کو مقدم کرنا ہوگا۔ پہلے دو جملوں میں اپیل کی گئی ہے اور اُسکے بعد "یقولون" کو حذف کر کے بتلایا گیا ہے کہ وہ اپنے حال سے خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو کر دُنیا کے سامنے اپنی عبودیت کو بطور نمونہ اور مثال کے پیش کرنے والے ہیں۔ لفظ قول کو کیا ہی موقع اور محل پر حذف کیا گیا ہے۔!!

(۵) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ..... رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
(البقرہ ع۴۰)

یعنی "اللہ تعالےٰ کسی نفس کو اُسی قدر ذمہ وار ٹھہراتا ہے جتنی اُس کی وسعت ہو۔ اُسکے فائدہ کیلئے ہے جو نیکی اُس نے کمائی۔ اور اُسی کیلئے وبالِ جان ہے وہ بدی جو اُس نے حاصل کی ..... اے ہمارے رب ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول گئے یا ہم نے خطا کی....."

اِس آیت میں ربنا سے پہلے یقولون حذف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بھی مؤاخذہ اور سزا کا مقام ہے جیسا کہ آیت وعليها ما اكتسبت سے واضح ہے اس کی تفصیل پہلی دو مثالوں میں گذر چکی ہے۔ اِس ساری آیت میں بار بار لفظ ربنا کا اعادہ کیا گیا ہے اور قول کے لفظ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ دراصل دُعا وہی قابلِ قبول

ہوتی ہے جو محض زبان سے نہ ہو بلکہ اپنے ساتھ قلبی جذبات رکھتی ہو۔ سورۃ بقرہ کی آخری آیت میں نو جملے ہیں۔ ہر جملہ اپنے اندر ایک مستقل مضمون رکھتا ہے۔ اور یہ سارے جملے طبعی اور نہایت ہی بلیغ ترتیب کے ساتھ قائم ہیں۔ اسکی تشریح کسی دوسرے عنوان کے ماتحت انشاء اللہ کیجائیگی۔

(۶) وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۬
..... اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ
رَّبِّکُمْ ۙ ..... اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ
مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ
فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ
وَاُبْرِیٴُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَ
اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَاُنَبِّئُکُمْ
بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ
بُیُوْتِکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ
اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا
بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَلِاُحِلَّ
لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ
وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ قف
فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ
رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ؕ ھٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (آل عمران ع ۵)

یہاں بھی ورسولًا الی بنی اسرائیل کے بعد قول کا لفظ مع جملہ محذوف ہے۔ اِن آیات میں سولہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی یہ کہ "میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل جیسی شکل پیدا کرونگا اور اسمیں پھونکوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرندہ ہو جائیگا۔ میں اندھے اور کوڑھی کو بری قرار دوں گا۔ اور مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کروں گا اور تمہیں خبر دوں گا اس کے متعلق جو تم کھاؤ گے اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو گے۔ اور میں توراۃ کی اُن باتوں کی تصدیق کرنے والا ہوں جو پہلے سے ہیں اور جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں اُن میں سے بعض کو حلال کر دوں گا۔ اللہ تعالےٰ کو سپر بناؤ۔ اُس کی ناراضگی سے بچو اور میری فرمانبرداری کرو۔ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ اُسی کی عبادت کرو۔ یہ سیدھی راہ ہے۔" چونکہ یہ ساری باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا خلاصہ ہیں۔ یہ آپ۔ کے محض الفاظ نہیں جو آپ نے بیان کئے اسلئے عین موقع و محل کے تقاضا سے قَالَ کا لفظ یہاں محذوف ہے۔

(۷) یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ
وُجُوْہٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ
وُجُوْھُھُمْ قف اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱)

یعنی "جس دن کئی چہرے سفید ہونگے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔ وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہو گئے (اُن سے کہیگا)

کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ سو تم
سزا کا مزہ چکھو بوجہ اس کے کہ تم انکار کیا کرتے
تھے۔"

اس آیت میں اَکَفَرْتُمْ سے پہلے قَالَ کا لفظ محذوف ہے۔ کیونکہ یہاں سوال و جواب کا موقع نہیں بلکہ سزا کا موقع ہے۔ کفار کی ناکامیاں جو اُن کے چہروں کو سیاہ کر دیں گی وہی زبانِ حال سے اُن کو مخاطب کریں گی کہ یہ تمہارے کفر کا نتیجہ ہیں۔

(۸) اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ
فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا
سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○
رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ
اَخْزَیْتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ
رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ
لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا
سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی
رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○

(آل عمران ع ۲۰)

یعنی "وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (وہ بے اختیار کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تُو نے یہ بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے۔ پاک ہے تُو۔ ہمیں آگ کی سزا سے بچا....."

ان آیات میں یتفکرون فی خلق السمٰوٰت و الارض کے بعد یقولون کا لفظ محذوف ہے۔ کیونکہ یہاں وجدانی اقرار مراد ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ہی وہ دعائیں جو ان آیات میں مذکور ہیں وہ بھی درحقیقت وجدانی کیفیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ہر دعا سے پہلے قَالَ کا لفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۹) وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ
غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا
اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ
اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ
بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ
الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ○

(انعام ع ۱۱)

یعنی "اگر تُو دیکھے جبکہ ظالم موت کی شدتوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں گے (اور کہیں گے) اپنی جانوں کو نکالو آج تمہیں ذلت کی سزا بطور بدلہ دی جائے گی بوجہ اس کے کہ تم اللہ پر ناحق کہتے تھے اور تم اس کی آیات سے تکبر

سے اعراض کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں بھی " اخرجوا" سے پہلے لفظ قول محذوف ہے ۔کیونکہ یہاں بھی مواخذہ اور سزا کا محل ہے اور اس کا حال سے تعلق ہے نہ کہ قال سے۔

(۱۰) اسی قسم کی سورہ سجدہ کی یہ آیت ہے:۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا
رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ
اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ (سجدہ ع۲)

یعنی " اور اگر تو دیکھے کہ جب مجرم اپنے
سروں کو بوجہ شرمندگی کے اپنے رب کے
حضور جھکائے ہوں گے۔(کہیں گے) اے
ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا ہمیں
دنیا کی طرف لوٹا کہ ہم نیک عمل بجا لائیں
ہم یقین کر چکے ہیں۔"

یہاں بھی ربنا سے پہلے قول کا لفظ محذوف ہے کیونکہ شدتِ ندامت کی وجہ سے وہ زبانِ حال سے اپنے یقین کا اظہار کرنے والے ہوں گے ۔لفظی قول و اقرار کی حاجت نہ رہے گی۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کلام حکیم میں موقع و محل کے عین مطابق لفظ قَالَ وغیرہ کو حذف کیا گیا ہے ۔یہی اسلوب قرآن مجید میں آپ جا بجا پائیں گے۔جہاں قَالَ ، یقول کا لفظ ظاہراً استعمال ہوا ہے وہاں ظاہراً ہی استعمال ہونا چاہیئے تھا اور جہاں حذف کیا گیا ہے وہاں اس کا حذف ہونا ہی ضروری تھا۔اسی طرح قرآن مجید میں تمام الفاظ پوری موزونیت اور مناسبت اور ترتیبِ بلیغ سے اپنی جگہ پر واقع یا محذوف ہیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

الفرقان کا سالانہ نمبر

خاص رعایت کا اعلان!

ماہِ دسمبر میں الفرقان کا "سالانہ نمبر" شائع ہوا تھا۔ جس پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر الفضل نے لکھا تھا:۔

"ماہنامہ الفرقان کے جاری ہونے پر ہم نے امید ظاہر کی تھی کہ انشاء اللہ یہ رسالہ ترقی کریگا اور اپنے بلند پایہ مقاصد کو ہر بار پہلے سے بڑھ چڑھ کر بروئے کار لاتا رہیگا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا ہر پرچہ نئی سے نئی تحقیقات سے لبریز ہوتا ہے ۔زیر نظر رسالہ اتنی قابلیت سے مرتب کیا گیا ہے اور تشنگانِ علم کیلئے اس میں اس قدر مفید مواد جمع کیا گیا ہے کہ ہم اس پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر رسالہ ہذا کو مبارکباد پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

(الفضل ۱۶ر جنوری ۱۹۵۲ء)

"سالانہ نمبر" کے کچھ پرچے دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں اصل قیمت ایک روپیہ فی پرچہ ہے۔اب اس میں رعایت کر کے رعایتی قیمت بارہ آنہ فی پرچہ مقرر کی جاتی ہے آپ ۱۲ ار کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر الفرقان کا سالانہ نمبر طلب فرمائیں!

مینیجر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ

قرآن مجید کے دلائل کا اسلوب!

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ)

قرآن مجید کو دو قسم کے مسائل ضروریہ سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک قسم کے مسائل ضروریہ تو وہ ہیں جن کی صحت کے متعلق قرآن مجید دعویٰ کرتا ہے۔ اور دوسری قسم کے مسائل وہ عقائد باطلہ ہیں جن کی قرآن مجید تردید ضروری سمجھتا ہے۔

چونکہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی آخری شریعت اور قانون ہونے کی وجہ سے ایک جامع اور اکمل کتاب ہے اس لئے اس نے جس ضروری عقیدہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے اس کے لئے پر حکمت دلائل خود مہیا فرمائے ہیں۔ تا انسانی دماغوں کو ان سے بصیرت اور روشنی حاصل ہو اور وہ ان دلائل سے اطمینان اور تسلی پا کر پورے انشراح اور رغبتِ نفس سے ان عقائد پر ایمان رکھیں۔

اسی طرح عقائدِ حقہ کے مقابلہ میں قرآن مجید نے عقائد باطلہ کی بھی نہایت پر حکمت طریق اور موثر دلائل سے تردید فرما کر غلط عقائد کے قائلین کے لئے اسلام کو آسانی سے قبول کرنے کی خاطر راستہ صاف کیا ہے اس لئے قرآن مجید کو اس دعویٰ کا بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین میں کسی قسم کا جبر نہیں ہو سکتا۔ بے شک حق کا راستہ گمراہی کے راستہ سے خوب ظاہر ہو چکا ہے اور اب کسی قسم کے جبر کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید دلائل کیسا تھ اپنے دعاوی کو منواتا ہے۔

قرآن کریم کے اس حکیمانہ اسلوب بحث کو ظاہر کرنے کے لئے میں دو عقیدے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن میں سے ایک عقیدہ کی صحت کا اسلام نے دعویٰ کیا ہے اور دوسرے عقیدہ کا ابطال کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت

قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اس دعویٰ کے اثبات میں قرآن مجید نے ایک دلیل حسب ذیل دی ہے اللہ تعالیٰ (سورہ ہود رکوع ۲ میں) فرماتا ہے:-

افمن کان علیٰ بینۃٍ من ربہ
ویتلوہُ شاھدٌ منہ ومن قبلہ
کتاب موسیٰ اماماً ورحمۃ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت پر ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانے گواہ ہیں۔

زمانہ حال کی گواہی یہ ہے کہ آپؐ دنیا کے سامنے بیّنہ کو پیش کر رہے ہیں یعنی قرآن مجید اور دوسرے معجزاتِ حاضرہ آپؐ کی سچائی پر گواہ ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مخالفینِ قرآن ایسی کتاب

پیش نہ کر سکیں فاعلموا انما انزل بعلم اللہ (ہود ع ۲) تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ کتاب علم الٰہی سے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر انسانی کلام ہوتا تو پھر اس جیسا کلام پیش کرنے پر دوسرے انسان قادر ہوتے۔ قرآن مجید کا چیلنج رہتی دُنیا تک قائم رہے گا اور زمانۂ حال تو کیا زمانۂ مستقبل میں بھی کوئی اس کے مثل لانے پر قادر نہ ہوگا۔

زمانۂ ماضی کی گواہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں قرآن مجید یوں پیش کرتا ہے کہ ومن قبلہٖ کتاب موسٰی اماماً ورحمۃً۔ یعنی قرآن مجید سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب امام و رحمت ہے اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے معلوم کرنے میں رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کا مطالعہ کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مثل ایک نبی کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کا ظہور بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل سے مقدر تھا۔ نیز صاف لفظوں میں خبر دی گئی تھی کہ وہ نبی صاحبِ شریعت ہوگا اور فاران کی چوٹیوں یعنی عرب کی سرزمین سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔ (ملاحظہ ہو استثناء ۱۸-۱۹/۱۹ و ۲-۳/۳۳)

زمانۂ مستقبل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ویتلوہُ شاھدٌ منہ کہ آئندہ زمانہ میں جب آپؐ کا بشدت انکار کیا جائے گا اور اس وقت آپؐ کی صداقت کے لئے شاہد کی ضرورت ہوگی تو آپؐ کے پیچھے اس زمانہ میں ایک عظیم الشان شاہد کا ظہور ہوگا جو آپؐ کا تابع یعنی خادم اور اُمتی ہوگا اور اس زمانہ میں آپؐ کے نُور سے منوّر ہو کر آپؐ کی نبوت پر روشن دلائل اور بیّنات پیش کر کے گواہ ہوگا۔ یہ شاہد مسیح موعود اور مہدی معہود ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ ماضی میں جس طرح آپؐ کے لئے ایک عظیم الشان شاہد موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا ذکر شَہِدَ شاھدٌ من بنی اسرائیل علیٰ مثلہٖ میں ہے ویسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے زمانۂ مستقبل میں آپؐ کے ایک اُمتی کو عظیم الشان شاہد مقرر کیا گیا ہے۔ جو روشن دلائل سے آپؐ کی تصدیق کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ اِس پیشگوئی کے پورا ہونے پر شاہدِ ناطق ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اِس ایک ہی آیت میں کس خوبصورتی کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت تینوں زمانوں کے لحاظ سے مہیّا فرما دیا ہے۔

الوہیتِ مسیح کی تردید

مسیحی دُنیا حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا حقیقی بیٹا بلکہ کامل خدا یقین کرتی ہے۔ اِس مشرکانہ عقیدہ کی تردید میں قرآن مجید فرماتا ہے:-

بدیع السمٰوٰت والارض انّٰی
یکون لہٗ ولدٌ ولم تکن لہٗ
صاحبۃٌ ط وخلق کلّ شیءٍ وھو
بکلّ شیءٍ علیمٌ ۝ (سورہ انعام رکوع ۱۳)

اِس آیت میں اوّل بتایا گیا ہے کہ مسیحی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام

کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور مشرکین بتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی تردید میں اس جگہ چند دلائل پیش فرماتا ہے۔

اوّل:- یہ لوگ خدا تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی بغیر کسی علم کے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی مسیحؑ کی الوہیت کے ثابت کرنے سے بالکل عاجز ہیں اور ان کے ہاتھ میں اس کی کوئی قطعی دلیل نہیں۔

دوم:- انہی آیات میں فرماتا ہے۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ کہ خدا تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اور اس کے متعلق جو کچھ عیسائی بیان کرتے ہیں اس سے اس کی شان بالا ہے۔ اس دلیل کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا ماننا اس کی طرف ایک عیب کا منسوب کرنا ہے۔ کیونکہ حقیقی بیٹا فانی ہستی کا ہوا کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ چونکہ غیر فانی ہستی ہے اس لئے وہ بیٹوں کی ضرورت سے پاک ہے۔

سوم:- تیسری دلیل یہ دی ہے کہ خدا تعالیٰ بدیع السمٰوٰت والارض ہے یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں کو اس نے خود کسی کی مدد کے بغیر پیدا کیا ہے اور وہ خود اکیلا ان کا انتظام کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر اسے بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ کامل اور قادر نہ ہوتا تو پھر اس کے لئے بیٹا تجویز کیا جا سکتا تھا۔ مگر پھر وہ معبود قرار نہ پاتا۔

چہارم:- چوتھی دلیل یہ دی ہے کہ انّٰی یکونُ لہٗ ولدٌ ولم تکن لہٗ صاحبۃ۔ یعنی حقیقی بیٹا تو بیوی سے پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بیوی تو عیسائی بھی نہیں مانتے۔ پھر وہ خدا کے لئے حقیقی بیٹا تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ پس جب بیوی نہ رکھنے کی وجہ سے خدا کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا تو پھر عیسائیوں کو مسیح کو خدا کا بیٹا مجازی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا اور اس قسم کے بیٹے تو تورات و انجیل میں تمام نیک لوگوں اور انبیاء کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے:-

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں۔ کیونکہ
وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔" (متی $\frac{5}{9}$)

پنجم:- پانچویں دلیل یہ ہے کہ خلق کلّ شیءٍ ہر چیز کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے مخلوق خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتی۔ مسیح علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اس لئے انہیں خدا یا خدا کا حقیقی بیٹا قرار دینا جائز نہیں۔

ششم:- چھٹی دلیل وھو بکلّ شیءٍ علیم کہ خدا تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ یعنی وہ عالم الغیب ہے۔ مسیح علیہ السلام چونکہ عالم الغیب نہ تھے اس لئے نہ انہیں خدا تعالیٰ کا حقیقی بیٹا قرار دیا جا سکتا ہے نہ خدا۔ دیکھئے اناجیل موجودہ بھی اس بات پر گواہ ہیں کہ مسیح علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔ چنانچہ انجیل متی ۲۴ باب میں مسیح علیہ السلام کہتے ہیں:-

"اس دن اور اس گھڑی کی بابت
کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے
نہ بیٹا مگر صرف باپ۔"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس خاص گھڑی (قیامت) کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے۔ فرشتوں کو بھی

اس کا علم نہیں اور مسیح کو خود بھی اس کا علم نہیں۔

اب دیکھئے قرآن مجید نے کیسے سادہ اور موثر دلائل سے الوہیتِ مسیح کا ابطال کیا ہے کسی مسیحی کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ ان قرآنی دلائل کو رد کر سکے۔ یہ دلائل اس قدر سادہ اور ان کے پیش کرنے کا اسلوب ایسا سیدھا اور فطرت کے مطابق ہے کہ ایک عام آدمی بھی ان سے نہایت آسانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

میرے ننہال میں ایک عمر رسیدہ سادہ انسان کو جب ایک پادری صاحب نے بپتسمہ لینے کے لئے کہا۔ تو اُس نے پوچھا پادری صاحب! یہ بتائیے کہ خدا جسے آپ باپ کہتے ہیں زندہ ہے یا وفات پا گیا ہے؟ پادری صاحب نے جواب دیا خدا باپ تو زندہ ہے۔ اس پر وہ عمر رسیدہ شخص کہنے لگا۔ پادری صاحب! پھر جب تک باپ زندہ ہے میں باپ کو مانوں گا۔ جب باپ مرجائے گا تو پھر بیٹا قبول کیا جا سکتا ہے۔ باپ کی موجودگی میں بیٹے کو قبول کرنا عقلمندی نہیں۔ اس پر پادری صاحب بالکل لاجواب ہو گئے۔

یہ فطرت کا جواب قرآن مجید کی دلیل بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے عین مطابق ہے۔

ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی تردید

قرآن مجید پر سوامی دیانند جی کے اعتراضات کے جواب

(۵)

اعتراض ۱۱ آیت ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ پر اعتراض کرتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"کیا اپنے ہی مُنہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا خدا کے دمبھ (خود نمائی) کی بات نہیں۔"

الجواب۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے "خود نمائی" کا اعتراض اپنے اندر کچھ معقولیت نہیں رکھتا۔ تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یَصِفُوۡنَ۔ کتاب کی خوبیوں کا ذکر نا واقف انسانوں کو اس آبِ حیات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ اگر ڈاکٹر کسی بیمار کو اپنی بیان کردہ دوا کے فوائد بتلائے تاکہ وہ بیمار پوری رغبت سے اس دوا کو استعمال کرے تو کیا اس ڈاکٹر کو خود نمائی کرنے والا قرار دیا جائے گا؟

اعتراض ۱۲ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ کے متعلق سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"جو پرہیزگار لوگ ہیں وے تو خود راہِ راست پر ہیں اور جو جھوٹی راہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راہ ہی نہیں دکھلا سکتا۔"

الجواب ۱۱ - جو بیمار پرہیز نہیں کرتا اس کو کوئی طبیب شفا نہیں دے سکتا اور کوئی دوائی اسے فائدہ نہیں دے سکتی ع کہ بدپرہیز بیمارے نہ بیند بروئے صحت را۔ پس ان معنوں سے قرآن مجید صرف پرہیزگاروں کو ہی ترقی کی راہ دکھا سکتا ہے کیونکہ مذہب میں جبر نہیں ہے خداترس انسان ہی ہدایت پاتا ہے۔

۲ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ھُدًی لِلنَّاسِ (بقرہ: ۱۸۵) یعنی سب انسانوں کیلئے ہدایت نامہ بھی قرار دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ میں تو قرآن کریم کے اعلیٰ ترین مقام کا ذکر ہے کہ یہ کتاب متقیوں کی بھی راہنما ہے کوئی شخص اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اندریں صورت لفظ ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ سے یہ استدلال کرنا کہ قرآن مجید غلط کاروں کو راہِ حق نہیں دکھاتا سراسر غلط استدلال ہے۔

۳ عملی طور پر جب قرآن مجید نے شرک، کفر اور ہر قسم کے الحاد کی دلائل سے تردید فرمائی ہے۔ بُرے اخلاق کی مذمت کی ہے اور سب لوگوں کو اعلیٰ اخلاق اور نیکیوں کا راستہ بتلایا ہے بلکہ کوئی اعلیٰ تعلیم نہیں ہے جو قرآن مجید میں مذکور نہ ہو۔ پھر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید غلط راستہ والوں کی رہنمائی نہیں کرتا؟

اعتراض ۱۳ آیت وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ پر سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"کیا گناہ وثواب ومحنت کے بغیر خدا اپنے ہی خزانے سے خرچ کرنے کو دیتا ہے اگر دیتا ہے تو سب کو کیوں نہیں دیتا اور مسلمان لوگ محنت کیوں کرتے ہیں؟"

الجواب - اللہ تعالےٰ دونوں طرح رزق دیتا ہے کیونکہ وہ رَحْمٰن بھی ہے اور رَحِیْم بھی ہے۔ وہ بعض رزق انسان کی محنت کے بغیر دیتا ہے اور بعض رزق محنت کے نتیجہ میں دیتا ہے۔ کیونکہ عقلاً محنت کرنے کے لئے بھی خدا کے خزانہ سے سامان اور آلات ملنے ضروری ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو بغیر محنت کے بہت سے رزق دیتا ہے اور جب انسان ان نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اور بھی عطا فرماتا ہے۔ رحمانیت کا رزق سب کو بلا محنت ملتا ہے۔ آخر انسان کے اعضاء کتنا قیمتی رزق ہے، کیا یہ ہر انسان کو میسر نہیں؟ پھر یہ زمین و آسمان اور سارا کارخانۂ کائنات نہ ختم ہونیوالا خزانہ ہے اور سب انسان اس رزق سے استفادہ کر رہے ہیں۔ پس رحمانیت کا رزق سب کو ملتا ہے البتہ رحیمیت والا رزق صرف اُن لوگوں کو ملتا ہے جو محنت کرتے ہیں اور جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔

پس ہر سچے مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بخشے ہوئے رزق کو خرچ کرے اور اس طرح رزق کو بڑھائے اور دوسروں کی امداد کرکے ثواب حاصل کرے +

عصمتِ انبیاء اسلام کا بنیادی اصل ہے

بائبل میں بیان کردہ قصۂ حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک تحقیقی نظر!

جنابِ مودودی صاحب کے فہمِ قرآن کا ایک نمونہ

(جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپور)

اسرائیلی روایات قرآن مجید کی تفاسیر میں انبیاء اور اقوام کے قصص کے طور پر کس طرح دخل پا گئیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن خلدون اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بالعموم عرب نہ پہلے سے اہلِ کتاب تھے۔ نہ علم رکھتے تھے۔ ان کے اوپر بدویت غالب تھی۔ جب ان کو موجودات کے اسباب، ابتدائے تخلیق اور اُمم سابقہ کے حالات وغیرہ کے جاننے کا شوق ہوتا تو ان اہلِ کتاب سے جو مسلمان ہو گئے تھے دریافت کرتے۔ یہ بھی زیادہ تر اُن ہی کی طرح بدوی تھے اور ان امور کو اسی قدر جانتے تھے جس قدر عوام اہلکتاب۔ انہی کے بیانات لوگوں سے منقول ہو کر آیات کی تفسیروں میں داخل ہو گئے اور بوجہ اسکے کہ ان کا تعلق احکام شرعیہ سے نہ تھا تدوین کے وقت مفسروں نے مسامحت سے کام لیکر ان کی تنقید کی طرف توجہ نہیں کی اور انہیں کو کتبِ تفاسیر میں درج کر دیا۔ ......

..... آگے جا کر جب تحقیق و تدقیق کا زمانہ آیا تو مغرب میں متأخرین میں سے ابو محمد بن عقبہ نے اِس قسم کی تمام تفاسیر کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد ناقابلِ اعتماد روایتیں چھوڑ کر خود ایک تفسیر لکھی اور تا بہ امکان صحیح ترین روایات کو اختیار کیا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ اور تمام مغرب و اندلس میں پھیل گئی۔ اسکے بعد قرطبی نے بھی اسی طریق پر دوسری تفسیر تیار کی جو مشرق میں عام طور سے مشہور ہے۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۹۶)

یہاں یہ واضح رہے کہ ابن خلدون نے گو اس کا ذکر نہیں کیا

لیکن تاریخ اسلام سے یہ ثابت ہے کہ صدرِ اوّل میں بعض جلیل القدر صحابہ اسرائیلیات کو یوں آنکھیں میچ کر اپنا لینے کے مخالف تھے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ مسلمانوں میں اس قسم کی غلط روایات پھیل رہی ہیں تو آپؓ نے بڑی سختی سے اس طرزِ استدلال کو روک دیا لیکن اس کے باوصف باطل اسرائیلی روایات لوگوں میں بعد ازاں پھیلتی رہیں۔ ان روایات کے اس طرح عوام مسلمانوں میں دخل پا جانے پر سب سے بڑا نقصان آگے چل کر یہ ہوا کہ عصمتِ انبیاء کا عقیدہ جو کہ اسلام کا اصل اصول ہے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور عام تفسیروں کے زیر اثر عملاً یہی عقیدہ رواج پا گیا کہ نبیوں سے بھی صدورِ گناہ کا امکان ہے، گو وہ اپنی لغزش پر قائم نہیں رہتے بلکہ توبہ و استغفار سے فوراً ازالہ کر لیتے ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جب مبعوث ہوئے تو علماءِ دین تفاسیر میں اسرائیلی عنصر اور کمزور روایات کے دخیل ہونے کی وجہ سے عملاً یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ نبی کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی میں علماء کی طرف سے جو قرآن مجید شائع کئے گئے (جو کہ آج تک شائع ہو رہے ہیں) ان کے حواشی اسی رطب و یابس سے بھر دیئے گئے جو زیادہ تر تفاسیر میں پایا جاتا تھا۔ انہیں باتوں کو عیسائیوں اور آریوں نے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب ہی خوب استعمال کیا۔ ایسے وقت پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو اسلام کا وہ بھولا ہوا سبق پھر یاد دلایا کہ خدا تعالیٰ کے نبی معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے تمام افعال کا محرک خود خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ ان سے کسی نوع کا گناہ عمداً سرزد نہیں ہو سکتا۔ ہاں سہو و خطا یا اجتہادی غلطی کا صدور امرِ دیگر ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو براہین احمدیہ ص۱۰۵، ص۱۷۶)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے علم کلام میں جو انقلاب پیدا کیا اس سے متاثر ہو کر عصرِ حاضر کے بعض مفسرین کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا کہ انبیائے کرام کے سوانح کو اسرائیلیات سے الگ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان میں سے بعض نے قرآن مجید کی تفسیر کو اسرائیلی روایات سے پاک رکھنے کے لئے کچھ کوشش کی لیکن چونکہ ان کے ذہن کا خمیر متذکرہ اسرائیلیات پر مبنی پرانی تفاسیر سے تیار ہوا تھا، بُعدِ انوارِ نبوت کے باعث مقامِ نبوت کو وہ کما حقہٗ سمجھ نہ سکے اس لئے وہ انبیاء کے پاک سوانح میں ایک داغ کو مٹاتے مٹاتے دوسرے داغ کو داخل کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی کے امیر ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی اسرائیلیات کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا لیکن جہاں تک وہ باطل اسرائیلی عنصر کے خلاف لکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں۔ جونہی وہ "صحیح تفسیر" کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دام سے نکل کر دوسرے حلقۂ دام میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں۔ تفہیمات کے حصۂ دوم میں جو کہ حال ہی میں شائع ہوا ہے

قصۂ داؤد علیہ السلام کے متعلق یہی تضاد ہمیں حیران کئے بغیر نہیں رہتا۔ عجیب مضحکہ خیز صورت پیدا ہو جاتی ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مودودی صاحب ایک طرف اسرائیلیات پر برستے نظر آتے ہیں، لیکن دوسری طرف برنگِ دیگر، انہی اسرائیلیات میں غلطاں و پیچاں ہو کر رہ گئے ہیں۔ ذیل کے اقتباس اس پریشان خیالی کے اظہار کے لئے کافی ہیں۔ جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن جب نازل ہوا تو مدینہ میں یہودی موجود تھے۔ اور نزولِ قرآن کے چند سال بعد جب مسلمان ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر پھیلے تو یہودیوں کی ایک کثیر تعداد کو اُن سے میل جول کا موقع ملا۔ ان لوگوں نے ہر نبی کے متعلق وہی تمام بُرے اپنے قصے جو اُن کے ہاں مشہور تھے مسلمانوں میں بھی پھیلا دیئے (کیا حیاتِ مسیح کا عقیدہ بھی اسی طرح اہل کتاب عیسائیوں کے ذریعہ مسلمانوں میں نہ آیا۔ مقامِ غور ہے۔ ناقل) نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کی بہت سی تفسیریں جو مسلمانوں نے لکھیں ان کے اثر سے مسموم ہو کر رہ گئیں۔ یہ معاملہ متداول تفاسیر کا مطالعہ کرنیوالوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور حضرت داؤدؑ کے قصہ میں بھی یہی صورت پیش آئی ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے اُوریاہ کی بیوی کا قصہ اس کثرت سے مسلمانوں میں پھیلایا تھا۔ کہ عام طور پر لوگ قرآن پاک کے اس رکوع کی تفسیر بائیبل اور اسرائیلی خرافات ہی کے رنگ میں کرنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ قرآن کی معنوی تحریف کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر کار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرانیکی ضرورت پیش آئی کہ جو شخص اُوریاہ حتی کا قصہ روایت کریگا اُس کو ۱۶۰ کوڑے لگائے جائیں گے۔ سو کوڑے[1] حدِّ قذف کے اور مزید ساٹھ کوڑے ایک نبی کی توہین کے۔ (ملاحظہ ہو کشاف تفسیر کبیر اور تفسیر بیضاوی)

بنی اسرائیل کا مذاق اخلاقی و روحانی معاملات میں کچھ اس درجہ پست ہو گیا تھا کہ انہوں نے صرف یہی نہیں کہ اپنی مذہبی کتابوں میں خود اپنے انبیاء کی سیرتوں کو جھوٹے افسانوں سے داغدار بنایا بلکہ جب قرآن مجید نے ان بزرگوں کے ملکاتِ فاضلہ و اخلاق حسنہ اور ان کے بلند پایہ کارناموں کی صحیح تصویر کھینچی تب بھی انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ ان کو یقین ہی نہ آیا کہ انسانی سیرت اتنی پاکیزہ بھی ہو سکتی ہے۔ بشری اخلاق اتنے بلند بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ د نگل کے بنے ہوئے آدمی اس قدر پاک نفس

[1] الفرقان۔ قرآن مجید میں تو حدِّ قذف اسّی کوڑے ہے +

عالی حوصلہ اور فانی فی اللہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کے تصور سے یہ چیزیں بہت بالا و برتر تھیں۔ اسی لئے نزولِ قرآن کے بعد اسرائیلی مذاق کی کارفرمائی پھر شروع ہوگئی۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصے بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک ایک پر ہاتھ صاف کیا گیا۔ اور ہر ایک کی جان نکالی گئی قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ قصوں کی غیر ضروری تفصیلات کو چھوڑ کر صرف کام کی باتیں لے لیتا ہے۔ اسی طرح واقعات کے درمیان جو خلا چھوٹ جاتا ہے پڑھنے والا خود اس کو اپنے تصور سے یا بیرونی معلومات سے (اگر ہوں تو) بھر سکتا ہے۔ مگر اسرائیلی مذاق رکھنے والوں نے اس خلا کو افسانوں سے پُر کیا۔ اور افسانے بھی ایسے پست اور گھٹیا کہ ان کی آمیزش سے ان قصوں کے سارے اخلاقی فوائد برباد ہو کر رہ گئے۔ بدقسمتی سے قصص القرآن کی تفسیروں میں یہی اسرائیلیات کثرت سے رائج ہو گئی ہیں۔ اور قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کو اکثر شبہات اِنہی کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص۲۶،۵۱)

کجا آں شورہ شوری و کجا ایں بے نمکی !

جناب مودودی صاحب نے اسرائیلیات کے خلاف جو زورِ قلم صرف کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر آپ جو تفسیر بیان کریں گے وہ اِس قسم کے باطل عنصر سے بالکل پاک، کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی اور ہر طرح سے نکھری ہوئی ہوگی۔ لیکن ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی کہ آگے چل کر مودودی صاحب اُسی دام میں اُلجھتے ہیں جس سے ابھی نکلنے کے لئے وہ ہاتھ پاؤں مارتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قصہ داؤد علیہ السلام کی اصلیت باین الفاظ وہ پیش کرتے ہیں :-

"قرآن مجید کے بیان (مندرجہ سورہ ص) سے واقعہ کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اُوریاہ .... سے محض یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ ان کی شخصی عظمت کو پیشِ نظر رکھ کر وہ ایک طرح سے اپنے آپکو طلاق دینے پر مجبور پا رہا تھا۔ مگر قبل اسکے کہ وہ طلاق دیتا قوم کے دو نیک آدمی حضرت داؤد کے پاس اچانک پہنچ گئے اور انہوں نے اِس معاملہ کو ایک فرضی مقدمہ کی صورت میں اُن کے سامنے پیش کیا۔ مقدمہ سُنکر حضرت داؤد نے وہی فیصلہ دیا جو ایسے معاملہ

کا برحق فیصلہ ہو سکتا تھا۔ لیکن معاً ان کو خیال آیا کہ یہ تو میرا رب میری آزمائش کر رہا ہے۔ چنانچہ فوراً انہوں نے توبہ کی اور غایت درجہ کی عاجزی کے ساتھ اپنے قصور کی بخشش چاہی ..... اُوریاہ سے طلاق کا مطالبہ یہ گمان کرنے کے لئے کافی تھا کہ حضرت داؤد اُس کی بیوی کی طرف میلان رکھتے ہیں ..... میلان ہونے کے بہت سے اسباب ہو سکتے تھے۔ ممکن ہے حضرت داؤد نے اس خاتون کی قابلیت اور اس کی اعلیٰ صلاحیتوں کا حال سُنکر اُسے پسند کیا ہو۔ لیکن بُرے نفوس کی شرارت ہمیشہ ایسے واقعات میں بُرے امکانات ہی کی طرف مائل ہوتی ہے۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص۳۵)

آگے چل کر مفسرین کے خیالات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اِن تمام احتمالات کے ساقط ہو جانے کے بعد وہی تاویل باقی رہ جاتی ہے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے اور جس کی طرف بعض قدیم مفسرین بھی گئے ہیں۔ یعنی یہ کہ معاملہ اُوریاہ کی بیوی ہی کا تھا۔ مگر اسکی اصلیت صرف اِس قدر تھی کہ حضرت داؤد نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اُوریاہ سے طلاق کی درخواست کی تھی ..... عصمت دراصل انبیاء کے لوازمِ ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصبِ نبوّت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اُسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اُٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں۔" (تفہیمات حصہ دوم ص۴۳)

ناظرین کرام! یہ مودودی صاحب کی تفہیمات ہیں جو کہ قصۂ داؤد علیہ السلام کی ذیل میں آپ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ مقامِ غور ہے کہ ایک طرف وہ اسرائیلیات کو دھکّے دے رہے ہیں کیونکہ ان کو اپناتے ہوئے انبیاء کو متّہم کیا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف انہی اسرائیلیات کے ایک حصہ پر اپنی تفسیر کی بُنیاد رکھتے ہوئے ایک ایسی مضحکہ خیز تاویل و تفسیر پیش کرتے ہیں کہ انبیاء کی ذات

تو کیا کوئی معمولی درجہ کا شریف انسان بھی کسی کے حقوق پر یوں چھاپہ مارنے کے لئے تیار نہ ہوگا جس کا نمونہ مودودی صاحب نے داؤد علیہ السلام کے کردار میں پیش کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تسلیم کرلیا ہے کہ عصمت نبیوں کی ذات سے لگا ہے لگا ہے منفک بھی ہوجاتی ہے اور ان سے لغزشیں بھی سرزد ہوجاتی ہیں۔ اس قسم کی بھیانک لغزشوں کا نام مودودی صاحب کی لغت میں بھول چوک اور خطاء ہے۔ جب خدا تعالیٰ کے نبی اس قسم کی لغزشوں میں مبتلا ہوسکتے ہیں تو ان کے نمونہ پر چلنے والوں کی کس درجہ حوصلہ شکنی ہوگی جب وہ یہ دیکھیں گے کہ وہ پاک نفوس جو کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظتِ خاص میں ہوتے ہیں جن کے لئے ھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ وارد ہوا ہے وہ بھی جب گناہوں میں مبتلا ہوگئے تو ہمارا ٹھکانہ ہی کیا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ایک طرف مودودی صاحب اسرائیلی مذاق رکھنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں انبیاء کے اخلاقِ حسنہ اور ان کے بلند پایہ کارناموں کی صحیح تصویر کھینچی گئی تو ان کو یقین ہی نہ آیا کہ انسانی سیرت اتنی پاکیزہ بھی ہوسکتی ہے، بشری اخلاق اتنے بلند بھی ہوسکتے ہیں۔ آب و گل کے بنے ہوئے آدمی اس قدر پاک نفس، عالی حوصلہ اور فانی فی اللہ بھی ہوسکتے ہیں ان کے تصور سے ہی یہ چیزیں بہت بالا تھیں اسلئے ان لوگوں نے نبیوں کی سیرتوں کو اسرائیلی روایات کو اپنا کر اس طرح بگاڑ دیا کہ سارے اخلاقی فوائد برباد ہوکر رہ گئے۔ لیکن دوسری طرف انبیاء کے مکارمِ اخلاق میں سے جو نمونہ مودودی صاحب نے قصۂ داؤد علیہ السلام کے ذکر میں پیش کیا ہے اس کو نظر میں رکھیں کہ اس سے کہاں تک اخلاقی فوائد پیدا ہوتے ہیں۔ اس تضاد و اختلاف کو دیکھ کر ہم مودودی صاحب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا یہی انبیاء کے اخلاقِ حسنہ اور ان کے بلند پایہ کارناموں کی صحیح تصویر ہے جو قرآن مجید نے پیش کی ہے؟ کیا یہی انسانی سیرت کی پاکیزگی کا اچھوتا نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ کی آخری شریعت میں بندوں کے سامنے لایا گیا؟ کیا آب و گل کے بنے ہوئے آدمی ایسے ہی پاک نفس، عالی حوصلہ اور فانی اللہ ہوتے ہیں جس کا نمونہ آپ نے سیرتِ داؤدؑ میں ہمارے سامنے رکھا ہے؟ اس تضاد و اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ انبیاء کی سیرتوں کو بگاڑنے والے اسرائیلی مذاق رکھنے والے لوگ جہاں امت کے اور علماء ہیں وہاں مودودی صاحب بھی ان لوگوں کی صفِ اول میں نظر آتے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش !
من اندازِ قدت را مے شناسم

بائیبل میں بیان کردہ قصۂ داؤد پر ایک تحقیقی نظر!

قرآن مجید کی سورہ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق جو واقعہ درج ہے اس کی تفسیر میں مفسرین عام طور پر اسرائیلیات کی طرف جھک گئے ہیں۔ بائیبل کی کتاب

سموئیل دوم باب ۱۱، ۱۲ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں اُوریاہ اور اُوریاہ کی بیوی کا جو قصہ[1] بیان ہوا ہے اُسے ذرا نرم الفاظ میں مفسرین نے اپنا کر سورہ ص کی آیات پر چسپاں کر دیا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ان قرآنی آیات کی صحیح تفصیل و تاویل درج کی جائے بائیبل کی روایات پہ ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

بائیبل کی کتاب سموئیل کے متعلق مفسرین و علمائے بائیبل نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے مضامین متضاد اور مبہم ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کے اکثر ابواب الحاقی ہیں۔ یہ کتاب بار بار کی ترمیم و اضافہ کے بعد اپنی موجودہ شکل میں متشکل ہوئی ہے۔ چنانچہ تفسیر بائیبل پیکس میں اس کتاب پر جو ایڈیٹوریل نوٹ ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مختلف شکلیں اختیار کرتے کے بعد اپنی موجودہ صورت میں آئی۔ علمائے بائیبل کی اس تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

"(۱) بنی اسرائیل کی سلطنت کے ابتداء میں سموئیل نبی۔ ساؤل بادشاہ اور داؤد بادشاہ کے متعلق مختلف وقائع ضبطِ تحریر میں لائے گئے۔

(۲) بعدازاں خصوصاً اسرائیلی سلطنت کے اختتام کے وقت کچھ اور وقائع لکھے گئے۔ اور اوّل الذکر تاریخی مواد میں ضمیمے بڑھائے گئے۔

(۳) اسی زمانہ میں یعنی سلطنت کے اختتام کے وقت ایک مؤلف نے مذکورہ مواد کو بنیاد بنا کر ایک کتاب تالیف کی جسے ہم کتاب سموئیل کا پہلا ایڈیشن قرار دے سکتے ہیں۔

(۴) بنی اسرائیل کی جلاوطنی کے دوران میں یا اس کے بعد کتاب سموئیل کے مذکورہ پہلے ایڈیشن پر علمائے یہود نے نظرثانی کی اور کچھ اضافے کئے گئے جس کے نتیجے میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن معرضِ وجود میں آیا۔

(۵) زمانہ ما بعد میں اس کتاب پر دوسرے مؤلفین اور لکھنے والوں نے مزید نظرثانیاں کیں۔ ان لوگوں نے بھی اس کتاب میں ایزادیاں کیں۔

(۶) ان مرحلوں سے گذر کر یہ کتاب موجودہ شکل میں متشکل ہوئی۔"

(Peake's Commentary on the Bible P 273)

---

[1] یہ قصہ مختصر مہذب الفاظ میں یہ ہے کہ ایک دفعہ داؤد کی نظر اپنے محل سے ایک نہایت درجہ خوبصورت عورت پر پڑ گئی جو کہ اُوریاہ کی بیوی تھی۔ داؤد نے اسے محل میں بلا بھیجا اور اس سے ہمکنار ہوا۔ اس کے خاوند کو اپنے ایک جرنیل کے ذریعہ لڑائی میں اس جگہ بھیجدیا جہاں بڑے بڑے بہادر لڑتے تھے وہ وہاں مارا گیا بعد میں اس عورت کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ ناتن نبی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملامت کی تو داؤد نادم اور معافی کا طالب ہوا۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور اُوریاہ کا قصہ اس کتاب کے ۱۱، ۱۲ باب میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ابواب اور اسکے دوسرے دس ابواب (یعنی نو باب سے لے کر بیس باب تک) سموئیل کی کتاب کے مذکورہ پہلے یا دوسرے ایڈیشن سے علمائے یہود نے حذف کر دیئے تھے۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کو دوبارہ بحال کر کے اس کتاب میں شامل کر دیا۔ چنانچہ تفسیر بائیبل پیکس میں لکھا ہے:۔

"It is often suggested that 2S. 9-20 was omitted from the Deuteronomic edition and restored by a later editor." P 273

یعنی اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سموئیل دوم کے ابواب نو تا بیس اس کتاب کے ڈیوٹیرونامک ایڈیشن سے حذف کر دیئے گئے تھے لیکن بعد میں آنے والے کسی ایڈیٹر نے انہیں بحال کر دیا۔

سموئیل کی کتاب کا ڈیوٹیرونامک ایڈیشن عام طور پر اس کتاب کا دوسرا یا بعض محققین کے خیال میں پہلا ایڈیشن قرار دیا جاتا ہے۔

اس تحقیق سے صاف ظاہر ہے کہ اوّل تو یہ کتاب ایک لمبے عرصہ کی ترمیم و اضافہ کے بعد اپنی موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔ اور متضاد بیانات درج ہیں۔ اور پھر جن ابواب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں اُوریاہ کی بیوی کا قصہ اور اسکے بعد حضرت داؤد کے لڑکے کے متعلق ایک انتہا درجہ شرمناک قصہ بیان ہوا ہے یہ ابواب علمائے یہود نے نظر ثانی کے وقت اس کتاب کے ابتدائی ایڈیشنوں سے حذف کر دیئے تھے۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے دوبارہ داخل کر دیئے۔

(ا) اس بات کا ایک بیّن ثبوت کہ یہ ابواب کتاب سموئیل کے ابتدائی ایڈیشنوں میں شامل نہ تھے یہ ہے کہ کیتھولک بائیبل میں جو سات کتابیں زائد شامل ہیں اُن میں سے ایک کتاب "یشوع بن سیراخ" ہے۔ یہ کتاب دو سو سال قبل مسیح میں لکھی گئی۔ اسکی تاریخی اہمیت سے پراٹسٹنٹ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس کتاب کے آخر میں انبیاء کے حالات درج ہیں یسعیاہ نبی کے ذکر میں لکھا ہے:۔

"ماسوائے داؤد اور حزقیا اور یوشیا کے سبھوں نے گناہ کیا۔ کہ انہوں نے حق تعالےٰ کی شریعت کو چھوڑ دیا اور یہودا کے بادشاہ برگشتہ ہو گئے۔"
(یشوع بن سیراخ ۴۹/۵-۶ کیتھولک بائیبل جلد سوم صـ۴)

اگر یشوع بن سیراخ کے زمانہ میں کتاب مقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ بھی درج ہوتے تو وہ کبھی مذکورہ بالا الفاظ تحریر میں نہ لاتے۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحقیق درست ہے کہ سموئیل کے ابواب ۹ تا ۲۰ بعد میں شامل کئے گئے۔

(ب) اِس امر کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ بائیبل کی کتاب تواریخ اوّل کے باب ۲۰ میں بنی عمون کی اسی جنگ کا ذکر ہے جس کے دَوران میں کتاب سموئیل میں حضرت داؤد کے متعلق مذکورہ قصّہ بیان ہؤا ہے۔ لیکن تواریخ کی کتاب میں اِس قصّہ کا مطلقاً ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ عام طور پر کتاب سموئیل کے واقعات تواریخ کی کتاب میں دوہرائے گئے ہیں۔ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو اِس واقعہ کے سیاق و سباق کا جب تواریخ کی کتاب میں ذکر آیا ہے تو اِس قصّہ کا ذکر بھی لازماً کیا جاتا۔

(ج) زبور کی کتاب میں جو زبور حضرت داؤد کے ہیں اُن میں آپ کی ذاتی معصومیت اور راستبازی پر زور دیا گیا ہے (زبور ۷، ۲۶/۱، ۱۸/۲۰تا۲۶، ۱۷/۱تا۵) زبور ۵۱ پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے کہ یہ زبور اُوریاہ کی بیوی سے گناہ میں مبتلا ہونے کے بعد استغفار کے لئے لکھا گیا۔ علمائے جدید نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ عنوان فرضی ہے۔ یہ زبور سرے سے حضرت داؤد کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ اُس وقت لکھا گیا جب بنی اسرائیل بابل میں اسیر ہوکر گئے۔ اس میں داؤد کے ذاتی گناہوں کی فریاد نہیں بلکہ قوم کی فریاد ہے۔ اسیری کی حالت میں وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر رہی ہے۔ اس زبور میں یروشلم کی بربادی کے بعد دوبارہ تعمیر کا ذکر ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ زبور حضرت داؤد کا نہیں ہوسکتا بلکہ یروشلم کی بربادی کے بعد جلاوطنی کے زمانہ میں لکھا گیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر زبور از پادری علی بخش صہ ۲۲ و صہ ۲۲۱ و صہ ۲۸)

ایک اہم سوال کا جواب

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ سموئیل کی کتاب کے مختلف زمانوں میں مختلف ایڈیشن تیار ہوتے رہے۔ اِس کتاب کی نظرثانی کے وقت علمائے یہود نے ابواب ۹ تا ۲۰ کو حذف کر دیا۔ لیکن بعد ازاں دوسرے لوگوں کی طرف سے یہ مواد پھر داخل کر دیا گیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس قسم کے واقعات جن سے داؤد علیہ السلام اور ان کے خاندان کی تذلیل کا پہلو نکلتا ہے کتاب مقدس میں کیوں درج کر دیئے گئے؟ جواباً گذارش ہے کہ بائیبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں ایک باغی عنصر شروع سے آخر تک موجود رہا ہے۔ آپ نے چونکہ بادشاہت ساؤل بادشاہ کے خاندان سے حاصل کی۔ اوّل تو ساؤل کا خاندان ہی آپ کا مخالف اور جانی دشمن تھا۔ ساؤل کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف واقع ہؤا۔ کچھ لوگ حضرت داؤد کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ اور کچھ لوگ ساؤل کے بیٹے کو۔ سات سالی کی لڑائیوں کے بعد حضرت داؤد بادشاہ تسلیم کئے گئے۔ آگے چل کر باغی عنصر کو ساتھ ملا کر حضرت داؤد کے لڑکے "ابی شالوم" نے

علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور اکثر حصہ قوم نے اس کو بادشاہ قبول کر لیا۔ گو ہر بار بغاوت کے شعلوں کو آپ پوری قوت سے دبا دیتے رہے۔ لیکن باغی عنصر کبھی دل سے آپ کا خیر خواہ نہ ہوا۔ زبور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باغی عنصر کی طرف سے مختلف مبالغہ آمیز بیانات افواہیں اور اتہامات ملک میں مشہور کئے جاتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کے وقار کو لوگوں کی نظروں میں گرا دیا جائے۔ زبور کے گیتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بکثرت اپنے ان دشمنوں کی کمینہ حرکات کا ذکر کرتے تھے (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو زبور ۴۱) آخر حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی آئے دن کی بغاوتوں اور شرارتوں کے باعث اُن پر لعنت کرتے ہیں۔ اِس لعنت کا ذکر زبور ۲۲/۱۰۹ میں اور قرآن مجید میں سورۃ مائدہ میں کیا گیا ہے۔

یہ درست ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اُوریاہ کی بیوہ سے شادی کی اور اُسی کے بطن سے حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے (متی ۱/۶) اُوریاہ حضرت داؤد کا ایک نہایت درجہ وفادار، جری اور بے نفس خادم تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاص لشکری بہادروں میں وہ شمار ہوتا تھا۔ وہ بہادر کہ جن کی مدد سے سارے اسرائیل نے آپ کو بادشاہ تسلیم کیا اور جو مُلک میں خاص اثر و رسوخ رکھتے تھے (سموئیل دوم ۲۳/۸-۳۹ و تواریخ ۱ ۱۱/۱۰-۴۱) وہ ایک لڑائی کے دوران میں گھمسان کے رن میں جہاں لڑا۔ جہاں بڑے بڑے بہادروں کے بھی پیر اُکھڑ جاتے۔ اور لڑتا لڑتا شہید ہو گیا۔ وہ چونکہ "بہادرانِ داؤد" میں شامل تھا۔ اس کی وفادارانہ خدمات اور جاں نثاریوں کے پیشِ نظر اُس کی شہادت کا حضرت داؤد کو بہت صدمہ ہوا۔ بعد ازاں اس کی بیوہ کی دلجوئی کے لئے اسے اپنے عقدِ نکاح میں لے لیا اور اس طرح اس خاندان کا اپنے خاندان سے پیوند کر کے اپنے ایک بہادر دوست کی قربانیوں کی قدرشناسی کا ثبوت دیا۔ اِس واقعہ کو بُنیاد بنا کر باغیوں نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ دراصل داؤد علیہ السلام نے اپنے محل سے اس عورت کو ..... دیکھا۔ اس پر عاشق ہو گئے۔ اسے اپنے گھر میں بُلایا ..... اس کے خاوند کو وہاں بھیجا جہاں لڑنا اُس کے بس کا روگ نہ تھا۔ یوں اُسے مروا دیا اور اسکی بیوی کو گھر میں ڈال لیا۔ (سموئیل دوم باب ۱۱-۱۲)

یہ شرمناک واقعہ باغیوں نے ہر جگہ پھیلانا شروع کر دیا۔ سلطنت کے ابتدائی دنوں میں جو تاریخیں تیار ہوئیں اُن میں اس قسم کے واقعات کا ذکر نہ تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب باغی عنصر غالب آ گیا اور سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ دس فرقوں پر مشتمل اسرائیلی سلطنت شمال میں ایک طرف۔ اور دو فرقوں پر مشتمل یہوداکی سلطنت جنوب میں دوسری طرف۔ دو متحارب فریق بن گئے۔ تو اس وقت جو تاریخی کتابیں لکھی گئیں اُن میں داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے خلاف وہ تمام باتیں لکھدی گئیں۔ جو کہ باغیوں کی نوکِ زبان مختلف زمانوں میں رہ چکی تھیں۔ کیونکہ

سلطنت کا ایک بڑا حصہ یعنی شمالی حصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے خلاف تھا جس "یربعام" نامی شخص نے حضرت سلیمان کی زندگی میں دصوبی ٹیکس کے خلاف لوگوں کو اُبھار کر عَلَم بغاوت بلند کیا لیکن کامیاب نہ ہُوا۔ آپ کی وفات کے بعد وہی شخص غالب آجاتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے دس فرقوں پر مشتمل شمالی سلطنت کا بانی بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس عہد میں جو تاریخی مواد تیار ہُوا اس میں حضرت داؤد اور اُن کے خاندان اور حضرت سلیمان کی مخالفت لازمی تھی۔ یہ تحقیق درج ہو چکی ہے۔ کہ سلطنت کے ابتداء اور آخر میں جو تاریخی مواد تیار ہُوا اُسے بُنیاد بنا کر کتاب سموئیل کا پہلا ایڈیشن تالیف ہُوا۔ خود یہ کتاب بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد سلطنت کے آخری دنوں میں لکھی گئی۔ اسلئے وہ مواد بھی اس میں داخل ہو گیا جس میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو متہم کیا گیا تھا۔ پھر جب بنی اسرائیل پر جلاوطنی کا دَور آیا یعنی آشوری بادشاہوں کے حملے شروع ہوئے تو اِس عرصہ میں چونکہ سلطنت کا شمالی حصہ پہلے زد میں آیا اس لئے اس زمانہ میں علمائے یہود نے جب اِس کتاب پر نظر ثانی کی تو اس کتاب کے ابواب ۹ تا ۲۰ کو نکال دیا گیا۔ ایک زمانہ گذرنے کے بعد شاید اِس مصلحت کے پیش نظر کہ علمائے یہود کی اپنی بدکرداریوں پر اِس قسم کی الزام تراشیوں کی موجودگی میں کچھ پردہ پڑتا تھا یہ ابواب دوبارہ درج کتاب کر دیئے گئے۔ بہر حال بائیبل کے تاریخی مواد کی جانچ پڑتال کرنے والے محققین کی طرف سے ایک حد تک اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف بائیبل کے اِس قسم کے بیانات کوئی تاریخی مواد نہیں بلکہ جعلی اور الحاقی حصہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تو واضح طور پر انسائیکلوپیڈیا آف ببلیکا میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ بائیبل کی جن عبارتوں میں سلیمانؑ کے کفر و شرک کا ذکر ہے وہ خود الحاقی یا جعلی ہیں۔ اور اِس سلسلہ میں کتاب سلاطین کے واقعات غلط ہیں (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا کالم ۴۶۸۹) حضرت داؤدؑ کے متعلق بھی یہ تو تسلیم کیا جاتا ہے کہ کتاب سموئیل کے بارہ ابواب اس کتاب کے قدیم ایڈیشن سے ایک دفعہ نکال کر کسی بعد کے زمانہ میں دوبارہ داخل کئے گئے۔ یہی وہ ابواب ہیں جن میں حضرت داؤدؑ اور ان کے خاندان پر الزامات عائد کئے گئے ہیں۔ یہ اقرار قرآن کریم کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے کیونکہ قرآن مجید نے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کی ذات پر سے الزامات دُور کئے وہاں حضرت سلیمانؑ کے متعلق فرمایا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ کہ انہوں نے کوئی کفر نہیں کیا۔ بلکہ شیطان صفت لوگوں نے کفر کیا اور خود کردہ کفریات کو انکی طرف منسوب کر دیا۔ عرب کے ایک اُمّی نے جو علوم آج سے تیرہ سو سال قبل دُنیا کے سامنے پیش کئے اُن پر آج زمانہ کی ہزار گردشوں کے بعد مہر تصدیق کا ثبت ہونا اُن علوم کے منزل من اللہ ہونیکا ایک روشن ثبوت ہے + (باقی دارد)

کتبِ سماویہ اور حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ!

(از مکرم جناب عباد اللہ صاحب گیانی)

اسلام کی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان مرد و عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ اِس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول سے قبل دُنیا کی مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں کتب سماویہ نازل فرمائی تھیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں مسلمانوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور قرآن مجید سے قبل اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا تھا اس سے بھی انکار نہیں کرتے۔

(ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ رکوع اوّل)

مشہور سکھ ودوان سردار گنگا سنگھ پرنسپل لکھتے ہیں کہ:-

"اِس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن شریف انجیل، توریت اور زبور وغیرہ کتب سماویہ سے انکار نہیں کرتا۔ اسی طرح پہلے انبیاء (علیہم السلام) کو بھی مانتا ہے۔"

(ترجمہ از جیون کرناں حصّہ)

ایک اور سکھ ودوان پنڈت تارا سنگھ نروتم بیان کرتے ہیں کہ

"مسلمانوں کے مذہب میں قرآن شریف کی مانند توریت، انجیل اور زبور بھی خدا کی طرف سے نازل ہوئی تسلیم کی گئی ہیں۔"

(ترجمہ از گورو گرنتھ کرار تھ کوش صفحہ ۲۴۶)

گورو گرنتھ کوش میں "کتیب" لفظ کے معنوں میں لکھا ہے کہ:-

"قرآن اور دوسری کتب جو آسمان سے نازل شدہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ توریت، زبور اور انجیل۔"

(ترجمہ از گورو گرنتھ کوش صفحہ ۳۰۶)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں "کتیب" لفظ کے معنے یوں کئے گئے ہیں:-

"مذہبی کتب۔ قرآن شریف، توریت، زبور، انجیل وغیرہ۔"

(ترجمہ از شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۱۵۲)

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اِس بات پر ایمان لائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا ہے ہم سے پہلے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھی وحی اور الہام نازل کیا تھا۔ اور اِس سلسلہ میں

قرآن مجید میں چاروں کتب کے خاص طور پر نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت بابا نانک صاحب اور کتب سماویہ

جناب بابا نانک صاحب نے کتب سماویہ سے متعلق اسلام کا پیش کردہ نظریہ اپنایا ہے۔ اور آپ نے قرآن مجید میں مذکورہ چار الہامی کتب قرآن شریف، توریت، زبور اور انجیل کو خاص طور پر کتب سماویہ تسلیم کیا ہے اور دوسروں کو بھی ان پر ایمان لانے کی تلقین کی ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:۔

م۔ محمدؐ توں من کتاباں چار
من خدائے رسول نوں سچائی دربار
(جنم ساکھی ولایت والی صفحہ ۲۵۲)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار کتب پر ایمان لاؤ۔ خدا اور اس کے رسول کو مانو۔ یہ دربار سچا ہے۔

سکھوں کے مشہور بزرگ بھائی گورداس چار کتب سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:۔

چار کتیباں آکھین دین مسلمانے
(وار ۱۳-پوڑی ۴)

مسلمانوں کے دین میں چار کتب الہامی مانی جاتی ہیں۔

سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے چار کتب سے متعلق بیان کیا ہے:۔

"چار کتاباں دیکھو توریت۔ انجیل نوں زبور تے فرقان" (ترجمہ از انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۱۲۸۵)

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے:۔

"گوربانی میں کتب کی جگہ بھی کتیب لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور خاص کر اس کا تعلق چار کتب توریت، زبور۔ انجیل اور قرآن (فرقان) سے ہے" (ترجمہ از انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۸۷)

ایک اور سکھ ودوان سردار جی۔ بی سنگھ ریٹائرڈ ڈپٹی۔ ایم جی چار کتب سے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"چار کتابیں یہ ہیں۔ توریت (حضرت موسیٰؑ کی) زبور (حضرت داؤدؑ کی) انجیل (حضرت عیسیٰؑ کی) اور قرآن شریف۔"
(ترجمہ از پنجابی ساہت فروری ۱۹۴۲ء)

جناب بابا نانک صاحب نے خود بھی چار کتب کی تشریح فرمادی ہوئی ہے جو ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

دیکھ توریت انجیل نوں زبور تے فرقان
ایہو چار کتیب ہین پڑھ کے دیکھ قرآن
(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۹)

یعنی توریت، زبور، انجیل اور قرآن شریف ہی چار کتب ہیں۔

جناب بابا صاحب نے ان چاروں کتب کو الہامی تسلیم کیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:۔

چار کتیبیں اک ہے۔ چاروں قول خدائے
چاروں قدم ثواب دے قاضی دل وچ لائے
(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۲۶)

یعنی۔ چاروں کتب میں خدا کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور چاروں ہی الہامی کتب ہیں۔ ثواب کے قدم بھی چار ہیں۔ اے قاضی دل میں ان کو جگہ دو۔

باباصاحبؒ نے ان چاروں کتب کے اذکار کی صورت میں فرمایا ہے:۔

سنو سید کریم دین چاروں من کتاب
چاروں قول خدا ئیدے ردیاں چڑھن عذاب
(جنم ساکھی بھائی بالا صلا۱۶۶)

یعنی اے سید کریم دین! چاروں کتب پر ایمان لاؤ۔ ان چاروں میں خدا کے اقوال جمع ہیں۔ ان کے رد کرنے سے انسان عذاب کا مستحق ہوگا۔

جناب باباصاحب نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ:۔

"اسانوں حکم پاک پروردگار دا ہویا ہے
جو چاروں کتاباں اوپر عمل کرو۔ پڑھے گڑھے
ثواب ناہی عمل کرنا ثواب ہے"
(مہا پرکاش قلمی ورق ۹۶)

جنم ساکھی بھائی بالا میں مرقوم ہے کہ باباصاحب نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"اسانوں حکم پاک خدا ئیدا ہویا جو چاروں
کتیباں اوپر عمل کرو۔ اب پڑھے گڑھے ثواب
نہیں عمل کرنا ثواب ہے ..... خدا نے
فرمایا ہے کہ اس آخری زمانہ میں بغیر بندگی
اتے نیک عملاں باجھ خلاصی نہیں" (جنم ساکھی صلا۱۴۶)

یعنی:۔

"خدائے پاک نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ
چاروں کتابوں پر عمل کرو۔ زیادہ لکھنے پڑھنے
کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو نیک عمل کرے گا
ثواب پائے گا۔ اس آخری زمانہ میں سوائے
بندگی اور نیکوکاری کے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔"
(جنم ساکھی اردو صلا۱۵۵)

ان تمام حوالہ جات سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ جناب بابا نانک صاحب قرآن مجید، توریت، زبور اور انجیل کو الہامی کتب مانتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے ماننے کی تلقین کرتے تھے اور خود بھی ان پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک ان کا انکار کرنے سے انسان عذابِ الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

احباب سے ضروری درخواست

جن احباب کے نام الفرقان جاری ہے اور وہ ابھی تک چندہ ادا نہیں فرما چکے وہ براہِ مہربانی سالانہ چندہ اِس ماہ میں ارسال فرمائیں ورنہ آئندہ پرچہ ان کے نام وی۔پی کیا جائے گا۔ پاکستان کے لئے سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔ بھارت کے لئے سات روپے۔ دیگر ممالک کے لئے بارہ شلنگ سالانہ ہے۔

مینجر الفرقان احمد نگر
براستہ لالیاں ضلع جھنگ

اگر قرآن مجید نازل نہ ہوتا تو دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا؟[ل]

نتیجۂ فکر مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفرؔ متعلم جامعہ احمدیہ

نہ جہاں میں نُورِ قرآن اگر آشکار ہوتا
ہر ذرّہ اِس جہاں کا تاریک و تار ہوتا

خود نُورِ نُورِ عالم پنہاں نظر سے رہتا
کوئی دیکھتا نہ اُس کو نہ کوئی نثار ہوتا

کوئی عشق میں بُتوں کے کوئی حرصِ مال و جاہ میں
در بُت کدہ پہ روتا اور دِلفگار ہوتا

کوئی چور اور اُچکّا کوئی کارواں کا رہزن
کوئی فاسق و شرابی کوئی بدقمار ہوتا

سب بھیڑیوں سے بڑھکر ظالم جہاں میں ہوتے
دُنیا میں خوں خرابہ لیل و نہار ہوتا

دُنیا کو ایک مِلّت قرآں نہ گر بناتا
انسانیت کا دامن پھر تار تار ہوتا

نہ شرافت و مروّت باقی جہاں میں ہوتی
نہ تلطّف و ترحّم نہ کہیں پیار ہوتا

یہ سلامتی کی باتیں کیونکر جہاں میں ہوتیں
خود عرصۂ حرم بھی اِک کارزار ہوتا

نہ دو اجنبی ہی باہم اُلفت کی بات کرتے
نہ سلام ہی کا چرچا سرِ راہ گذار ہوتا

تفریق میں قبائل تقسیم میں ممالک
رہتے ہمیشہ باہم دل میں غبار ہوتا

پابندِ قیدِ شرعی قرآں نہ گر بناتا
حرص و ہوس کا ہر دم انساں شکار ہوتا

ل قرآن مجید کے نزول کے بعد دُنیا کا نقشہ آئندہ الفرقان میں پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ؞

یہ حلّت اور حُرمت ہوتی اگر نہ واضح
مُردار خوار کوئی، کوئی سُود خوار ہوتا

جو کوئی خدا کا بندہ پرہیز اس سے کرتا
بے عقل اس کو کہتے مجنوں شمار ہوتا

قرآن کی ہدایت دُنیا میں گر نہ ہوتی
بے دین فلسفے پر دار و مدار ہوتا

ویدوں سے کچھ گھٹانا، انجیل میں بڑھانا
توریت میں تغیر، یہ کاروبار ہوتا

پہلی کوئی ہدایت موجود بھی تھی جس سے
دیدارِ یار ہونا، دل کو قرار ہوتا؟

نہ ثبوت تھا خدا کا نہ صداقتِ رُسل کا
اُلفت خدا سے کیسی؟ سب کا نقار ہوتا

توحید کا یہ شربت پیتے کہاں سے آخر
ہر وقت شرک ہی کا سر میں خمار ہوتا

پاتے رہائی کیونکر وہ زرخرید بندے
آقا کا جن کے دم سے سب کاروبار ہوتا؟

شاہ و گدا میں باہم کوئی نہ ربط ہوتا
ہم پہلوئے گدا اگر کیوں تاجدار ہوتا؟

عورت غریب لونڈی بنکر ہمیشہ رہتی
نہ مقام اس کا کوئی، نہ کوئی وقار ہوتا

مدفون زندہ ہوتیں وہ دخترانِ بیکس
ظالم پدر نہ جن پر کبھی اشکبار ہوتا

رُوحانیت کا غنچہ ہرگز کبھی نہ کھلتا
نہ جو باغ میں فراواں ابرِ بہار ہوتا

نہ کوئی کلی چٹکتی، نہ ہزار ہی چہکتی
دُنیا کا یہ گلستاں اِک خارزار ہوتا

موسم خزاں کا ہر دم اس پر محیط رہتا
یہ نخلِ آدمیت بے برگ و بار ہوتا

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۱۳۲۲۳۔ عبدالمنان انور ولد میاں محمد عبداللہ قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن کنری ڈاکخانہ خاص ضلع تھرپارکر صوبہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت منقولہ و غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں۔ میری اسوقت ماہوار آمد بذریعہ ملازمت -/۱۲۰ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ادا کرتا رہونگا اور اسکے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جو میری جائداد متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ عبدالمنان انور۔ گواہ شد۔ ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ ولایت محمد کنری سندھ۔

نمبر ۱۳۲۳۶۔ امۃ العزیز زوجہ عبدالمنان انور صاحب قوم جٹ۔ پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن کنری ڈاکخانہ خاص ضلع تھرپارکر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ -/۱۰۰۰ روپیہ جو کہ بذمہ خاوند ہے۔ زیور طلائی بندی ٹکہ وزن ۲ ۱/۲ تولے جسکی قیمت -/۲۵۰ روپیہ کلنٹے طلائی وزن ۱ ۱/۲ تولہ جسکی قیمت -/۱۵۰ روپے۔ پنچیاں چاندی کی وزن ۳۰ تولے جسکی قیمت -/۴۵ روپے۔ کل میزان بمعہ حق مہر -/۱۴۴۵ روپے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ امۃ العزیز موصیہ۔ گواہ شد۔ سید ولایت شاہ۔ گواہ شد۔ محمد اکبر اقبال کنری

نمبر ۱۳۲۲۷۔ مریم بیگم زوجہ ماسٹر احمد جان صاحب قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن کنری ڈاکخانہ خاص ضلع تھرپارکر صوبہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ پانصد روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ کانٹے ۱/۲ تولہ قیمت -/۷۰ روپے ہے۔ کل میزان -/۵۷۰ روپے بنتی ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ الامۃ مریم بیگم بقلم خود۔ گواہ شد۔ احمد جان ٹیلر ماسٹر خاوند موصیہ مذکورہ۔ گواہ شد۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا

نمبر ۱۳۲۳۸۔ عطاء اللہ واقف زندگی ولد میاں محمد بخش صاحب قوم بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن کنری ضلع تھرپارکر سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ اسوقت کوئی نہیں ہے۔ اسوقت میری آمد وظیفہ مبلغ -/۹۵ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنیکے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی

نمبر ۱۳۲۳۶ (continued)۔ وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ

مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد عطاء اللہ واقف زندگی۔ گواہ شد سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ ولایت محمد سیکرٹری مال جماعت کنری سندھ +

نمبر ۱۳۲۹۵ - نواز علی ولد چوہدری دین محمد قوم راجپوت پیشہ زمینداری۔ عمر ۴۴ سال بیعت ۱۹۳۵ء ساکن مانگا براستہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا گزارہ اسوقت سالانہ آمدنی پر ہے جو اندازاً -/۲۰۰ روپیہ ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتا ہوں اور میرے مرنیکے بعد جو جائداد بھی ثابت ہوگی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک انجمن مذکور ہوگی۔ کمی بیشی کے مطابق حصہ آمد سالانہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد۔ نواز علی موصی بمقام مانگا براستہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد۔ غلام محمد ولد بلند خان مانگا۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۱۳۲۹۳ - ثریا آصفہ زوجہ نصیر احمد قوم راجپوت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی مکان نمبر ۲ آریہ محلہ راولپنڈی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ حق مہر مبلغ -/۱۵۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ زیورات ہیں ہار ایک عدد اور نفیسیاں جوڑی وزن سات تولے۔ انگوٹھی تین عدد وزن ۱ ۱/۲ تولہ ٹیکہ ایک عدد ایک تولہ۔ کانٹے دو جوڑی دو تولے۔ بالیاں ایک جوڑی ۱/۲ تولہ کل بارہ تولے۔ کل موجودہ قیمت -/۱۲۰۰ روپیہ۔ میں کل جائداد مندرجہ بالا کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتی ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اسکے علاوہ اور بھی جائداد ہوگی تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہوگی۔ الامۃ۔ ثریا آصفہ موصیہ۔ گواہ شد۔ نصیر احمد خاوند موصیہ مکان نمبر ۲ آریہ محلہ راولپنڈی۔ گواہ شد۔ شریف احمد راولپنڈی +

نمبر ۱۲۱۱۹ - سید احمد ولد چوہدری شہاب الدین قوم جٹ بجوہ پیشہ کاشتکاری عمر ۷۴ سال پیدائشی احمدی ساکن گھنوکے ججہ ڈاکخانہ قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۳/۴۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد فی الحال اراضی تعدادی ۲۰ بگھہ بتفصیل ذیل دس بگھہ چاہی اور دس بگھہ بارانی واقع دیہہ مذکور میں بلا شراکت غیری ہے جسکی موجودہ قیمت مبلغ -/۴۰۰۰ روپیہ ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں میرے مرنیکے بعد اگر کوئی جائداد اس جائداد کے علاوہ اور ثابت ہوگی تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ مذکور ہوگی۔ العبد۔ سید احمد پریذیڈنٹ جماعت گھنوکے ججہ ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ ماسٹر یعقوب علی بقلم خود +

نمبر ۱۳۲۶۹ - اللہ رکھا عرف عبدالکریم ولد جمال الدین اصحابی قوم کشمیری شیخ پیشہ تجارت عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن ڈوگری گھمناں حال ربوہ محلہ الف بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ دس مرلے زمین واقع محلہ دار الرحمت ربوہ میں ہے جو کہ ہم دو بھائیوں میں مشترکہ ہے نیز میرا گزارہ ماہوار آمدنی پر ہے جو کہ اندازاً -/۱۰۰ روپے ماہوار ہے اس جائداد اور آمدن کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتا ہوں نیز اگر کوئی اور جائداد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد۔ مستری اللہ رکھا عرف عبدالکریم محلہ الف ربوہ ضلع جھنگ۔ گواہ شد۔ علی محمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ عبدالسلام بقلم خود۔

نمبر ۱۲۰۰۶ - محمد اسحٰق نثار ولد چوہدری محمد الدین قوم راجپوت بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن گنج مغلپورہ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۴۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں ہے۔ اسوقت ماہوار آمد مبلغ -/۵۲ روپے بمعہ الاؤنس ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ

پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے بعد میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ العبد۔ محمد اسحٰق نثار موصی۔ گواہ شد۔ نور محمد سیکرٹری وصایا گنج مغلپورہ۔ گواہ شد غلام محمد پرویز سیکرٹری جماعت گنج

نمبر ۱۲۲۸۲۔ امۃ النصیر رشید بنت چوہدری رشید احمد خان قوم راجپوت پیشہ طالب علم عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اسوقت حسب ذیل جائداد ہے۔ زیور مالیتی -/۳۰۰ روپیہ۔ نقدی -/۳۰۰ روپیہ جسکی کل قیمت مبلغ -/۶۰۰ روپیہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اسکی مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اس جائداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اسکے علاوہ مجھے میرے والدین کی طرف سے مبلغ -/۱۰ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی رہونگی۔ کمی یا بیشی ہونیکی صورت میں اطلاع دیتی رہونگی۔ متروکہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامتہ۔ امۃ النصیر رشید موصیہ۔ گواہ شد۔ ایڈووکیٹ غلام احمد خان۔ گواہ شد۔ رشید احمد خان والد موصیہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ ضلع لائلپور۔

نمبر ۱۲۲۹۷۔ محمد حیات ولد حسن محمد قوم جٹ پیشہ زمیندارہ عمر ۵۰ سال بیعت پندرہ جون ۱۹۳۲ء ساکن احمد آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ نبی سررود ضلع تھرپارکر صوبہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۵/۹۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ موضع سوک کلاں تحصیل و ضلع گجرات میں چھ بیگھہ اراضی میری ذاتی ملکیت ہے اور یہ زمین بارانی و چاہی ہے میرے اندازے کے مطابق اس زمین کی قیمت دو صد روپیہ فی بیگھہ ہے اس لحاظ سے کل قیمت -/۱۲۰۰ روپیہ ہوئی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت اور اسکے علاوہ سندھ میں میں کاشتکاری کرتا ہوں جسکی سالانہ آمد کا اندازہ مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ کی وصیت بھی اور مذکورۃ الصدر کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اسکے علاوہ اگر کوئی جائداد پیدا کروں اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جو متروکہ جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ محمد حیات موصی۔ گواہ شد سید ولایت شاہ گواہ شد۔ محمد اشرف احمد آباد ٭

نمبر ۱۲۲۸۸۔ محمودہ بیگم زوجہ بشیر احمد شاہ قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن میلسی سول ہسپتال ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس زیور طلائی آٹھ تولے و نقرئی چالیس تولے موجود جنکی قیمت -/۸۵۰ روپیہ ہے۔ علاوہ ازیں میرا مہر مبلغ -/۷۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ اس کل جائداد -/۱۵۵۰ روپے کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل کر کے یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی اور اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ الامتہ۔ محمودہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد۔ حکیم عبدالرحمٰن شاہ چک ۲۴/۱۰ ب۔ گواہ شد بشیر احمد شاہ خاوند موصیہ ڈسپنسر سول ہسپتال میلسی ضلع ملتان ٭

نمبر ۱۲۲۸۸۔ عبدالحمید ولد حسن الدین قوم راجپوت پیشہ دوکاندار عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن عیسو گیگا ڈاکخانہ چوہڑ منڈہ ضلع سیالکوٹ

بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۹/۴۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد موجودہ وقت میں کوئی نہیں ہے۔ میرا گذارہ غیر معین ماہانہ آمدنی از صورت فراہمی ہے جو کہ اندازاً مبلغ -/۱۲۰ روپے ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی جائداد ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ العبد۔ عبد الحمید موصی۔ گواہ شد۔ اللہ رکھا ملیسوگیگا۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا سیالکوٹ۔

نمبر ۱۳۲۸۵ ۔ مرزا نثار احمد ولد مرزا عبد الحق صاحب قوم مغل۔ پیشہ طالب علم عمر ۱۸½ سال پیدائشی احمدی ساکن سرگودھا بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ میں کالج میں پڑھتا ہوں۔ میرے والد صاحب زندہ ہیں مجھے جیب خرچ کے طور پر فی الحال -/۱۰ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ جو بھی میری ماہوار آمد ہوا کریگی تا زیست انشاء اللہ العزیز اسکا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا اور میری وفات کے بعد میری جو جائداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ مرزا نثار احمد ولد مرزا عبد الحق صاحب سرکاری وکیل کچہری سرگودھا۔ گواہ شد۔ مرزا عبد الحق سرکاری وکیل و امیر جماعت احمدیہ سرگودھا۔ گواہ شد۔ حافظ مسعود احمد سرگودھا۔

نمبر ۱۳۲۹۲ ۔ اصغری بیگم زوجہ چوہدری رشید احمد خان قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن ملتان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے زیورات مالیتی -/۲۰۰ روپیہ حق مہر مذمہ خاوند مبلغ -/۷۰۰ روپیہ یعنی کل جائداد -/۹۰۰ روپیہ ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہوگی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ الامۃ۔ اصغری بیگم بقلم خود۔ گواہ شد۔ رشید احمد خان خاوند موصیہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ ضلع لائلپور۔ گواہ شد۔ غلام احمد خان ایڈووکیٹ۔

نمبر ۱۳۲۰۹ ۔ ڈاکٹر عبد الستار شاہ ولد حکیم محمد عبد اللہ صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ حال ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ سرجن چک ۲۴۴ جھنگ برانچ (کوروٹانہ) براستہ چنیوٹ ضلع لائلپور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰/۱۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری تنخواہ معہ الاؤنس -/۱۴۸ روپے ماہوار ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میں اپنی ماہوار تنخواہ میں سے مبلغ -/۱۰ روپے ماہوار جی۔پی فنڈ اگست ۱۹۳۷ء سے جمع کروا رہا ہوں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اور جائداد اسکے علاوہ ثابت ہوگی تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ عبد الستار شاہ موصی۔ گواہ شد۔ حکیم عبد الرحمن شاہ برادر موصی۔ گواہ شد۔ ظہور احمد شاہ پور صدر۔

نمبر ۱۲۱۱۶ ۔ عبد الرحمن ولد چوہدری حاکم خان قوم راجپوت پیشہ واقف زندگی عمر ۳۳ سال پیدائشی احمدی ساکن سڑوعہ ضلع ہوشیارپور حال مبلغ جماعت احمدیہ مقیم لندن۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۲/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی زرعی جائداد نہیں۔ گذارہ کیلئے اسوقت ۶ پونڈ ماہوار تحریک جدید کی طرف سے بطور الاؤنس ملتے ہیں۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ ماہ بماہ اسکو ادا کرتا رہونگا۔ اگر میرے مرنیکے وقت

جائداد ثابت ہو تو اسکے $\frac{1}{10}$ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی۔ العبد۔
چوہدری عبدالرحمٰن خان واقفِ زندگی 63 Milrose Road
London S.W. 18۔ گواہ شد۔ عبدالمنان بقلم خود لنڈن۔
گواہ شد۔ غلام مرتضٰے واقفِ زندگی مقیم لنڈن +

نمبر ۱۳۲۴۵۔ ظفر اللہ خان بی۔ اے ولد چوہدری فضل احمد صاحب قوم وڑائچ پیشہ زمیندارہ عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع ہجن ڈاکخانہ خاص ضلع سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{2}{9}$ ۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب بفضلِ خدا زندہ ہیں۔ میری کوئی جائداد نہیں۔ ماہوار -/۱۲۱ روپے ماہوار کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو اسکے بھی دسویں $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد ظفر اللہ خان بی۔ اے چک $\frac{9}{}$ شمالی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا۔ گواہ شد۔ محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد۔ مہرالدین چک ۹ +

نمبر ۱۰۱۷۔ قائم خان ولد چوہدری شیر محمد صاحب قوم راجپوت پیشہ زمیندارہ عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی بمقام حال مانگا ڈاکخانہ قلعہ سوبا سنگھ براستہ کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{1}{4}$ ۳ احسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد مشرقی پنجاب میں رہ گئی ہے۔ موجودہ وقت میں -/۱۵۰ روپیہ سالانہ آمد بصورت کاشتکاری کے ہے۔ اسکے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنیکے بعد جو جائداد ثابت ہو اسکے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد۔ قائم خان موصی۔ گواہ شد۔ اللہ رکھا سیکرٹری مال مانگا۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۱۲۹۲۳۔ غلام فرید ولد بلند خان صاحب قوم راجپوت پیشہ کاشتکاری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن مانگا ڈاکخانہ قلعہ سوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{1}{15}$ ۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اراضی تعدادی آٹھ گھماؤں مشرقی پنجاب میں رہ گئی ہے۔ میرا گذارہ اِس وقت دو گھماؤں الاٹ شدہ اراضی کی آمد مبلغ -/۲۰۰ روپیہ سالانہ پر ہے اسکے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد جو جائداد ثابت ہوگی اسکے $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ غلام فرید موصی۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ مبارک احمد بمقام مانگا +

نمبر ۱۳۲۶۳۔ نسیم اختر بنت حکیم سردار محمد قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ڈگری ڈاکخانہ خاص ضلع تھرپارکر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{12}{15}$ ۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ کانٹے طلائی وزن تولہ -/۹۰ روپے نقد -/۱۰۰ روپیہ۔ -/۱۹۰ روپے کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر مَیں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ اور اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کردں یا مرنے پر ثابت ہو تو اسکے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ الامۃ نسیم اختر موصیہ۔ گواہ شد حکیم سردار محمد والد موصیہ۔ گواہ شد۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا +

نمبر ۱۳۲۶۲۔ محمد لطیف احمد ولد چوہدری محمد شفیع صاحب قوم ارائیں پیشہ تجارت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن ڈگری ضلع تھرپارکر۔ سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{12}{15}$ ۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت حسب ذیل ہے۔ ایک عدد فلور مل بمع انجن -/۳۱۰۰ روپیہ۔ ایک عدد کولھو -/۷۰۰ روپیہ۔ میزان -/۳۸۰۰ روپیہ کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔

جائداد غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ میری آمد بذریعہ ملازمت مبلغ -/۳۰ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میرا متروکہ جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد نعیم الدین بقلم خود۔ گواہ شد۔ دریا خان روشن نگر۔ گواہ شد۔ ولایت شاہ انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۱۳۲۵۹ صالحہ بیگم زوجہ سید محمد محسن شاہ قوم قریشی عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن حال نصرت آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ فضل بھمبرو ضلع تھرپارکر سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ -/۷۰۰ روپیہ جو کہ بذمہ خاوند ہے۔ زیورات طلائی وزن ۲ تولے قیمت -/۲۰۰ روپیہ اور ایک نقرئی ہار وزن دس تولے قیمت -/۱۵ روپے۔ کل میزان بمعہ حق مہر -/۹۱۵ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ الامرۃ۔ صالحہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد۔ محمد اکرم خان مینیجر نصرت آباد سندھ۔ گواہ شد۔ سید محمد محسن خاوند موصیہ +

نمبر ۱۱۱۵۸ محمد شریف ولد ملک برکت علی صاحب قوم ککے زئی۔ پیشہ تجارت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن حال منٹگمری بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۷/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اسوقت تجارت پر ہے جسکی ماہوار آمد کم و بیش -/۵۰ روپے ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائداد پیدا کروں تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد بھی اگر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ محمد شریف کنسٹیبل پولیس منٹگمری معرفت چوہدری نذیر احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ منٹگمری۔ گواہ شد۔ ظفر اسلام انسپکٹر بیت المال +

نمبر ۱۳۲۵۶ دریا خان ولد فتح محمد قوم گرگیر پیشہ زمیندارہ عمر ۲۵ سال بیعت ۲۸/۱۲/۴۵ ساکن روشن نگر ڈاکخانہ محمد آباد اسٹیٹ ضلع تھرپارکر سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ اسوقت بذریعہ زمیندارہ کاشتکاری سالانہ آمد مبلغ -/۵۰۰ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی سالانہ آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ادا کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت میری جس قدر متروکہ جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ العبد۔ دریا خان موصی۔ گواہ شد۔ غلام حیدر خان دیہاتی مبلغ محمد آباد اسٹیٹ۔ گواہ شد۔ عبد السلام واقفِ زندگی روشن نگر +

نمبر ۱۳۲۵۷ پیر محمد ولد احمد خان صاحب قوم گرگیر پیشہ زمیندارہ عمر ۲۸ سال ساکن روشن نگر ڈاکخانہ محمد آباد اسٹیٹ ضلع تھرپارکر سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۱۲/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ اسوقت بذریعہ زمینداری کاشتکاری سالانہ آمد مبلغ -/۵۰۰ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز میرے مرنیکے وقت میری جس قدر متروکہ جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

العبد - پیر محمد موصی - گواہ شد - بلوچ خان برادر موصی روشن نگر - گواہ شد - ولایت شاہ انسپکٹر وصایا +

نمبر ۱۳۲۱۹ - ناصرہ بیگم زوجہ چوہدری سید محمد صاحب قوم سندھو پیشہ خانہ داری عمر ۳۱ سال پیدائشی احمدی ساکن دھنی دیو چک ۲۲۳ ج ب ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور - بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱/۵۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - میری جائداد سوائے حق مہر مبلغ ۔/۵۰۰ روپیہ کے اور کوئی نہیں ہے اسکے میں ۱/۵ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں اور اگر بعد میں میں نے کوئی جائداد وغیرہ یا آمد کی کوئی سبیل پیدا کی تو اسکا بھی ۱/۵ حصہ تادم زندگی ادا کرتی رہوں گی - حق مہر ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ ہے - میرے مرنیکے بعد جس قدر میری جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہو گی - الامۃ ناصرہ بیگم بقلم خود - گواہ شد - سید محمد خاوند موصیہ +

نمبر ۱۳۲۶۶ - امۃ البشیر زوجہ حکیم خان محمد صاحب قوم رائین پیشہ خانہ داری عمر ۳۳ سال پیدائشی احمدی ساکن کھروڑ پکا ڈاکخانہ خاص ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴/۱۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے - حق مہر مبلغ چھ صد روپیہ جو کہ خاوند سے زیورات کی صورت میں وصول کر لیا ہے - زیورات کی تفصیل حسب ذیل ہے نقبیاں طلائی وزن ۳ تولے - قیمتی ۔/۳۳۰ روپے - گلوبند طلائی وزنی ۲½ تولے قیمتی مبلغ ۔/۲۷۵ روپے - انگشتری طلائی ½ تولہ قیمتی ۔/۵۵ روپے - کانٹے وزنی نصف تولہ قیمتی ۔/۵۵ روپے - پازیب نقرئی وزنی ۲۰ تولے قیمتی مبلغ ۔/۲۰ روپے ہے - کل زیورات قیمتی مبلغ ۔/۷۴۵ روپے - میں اس ساری جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتی ہوں - نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو گی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہو گی - الامۃ - امۃ البشیر بقلم خود - گواہ شد - خان محمد خاوند موصیہ - گواہ شد - عطاء اللہ ایم - اے گورنمنٹ ہائی سکول کھروڑ پکا ضلع ملتان +

نمبر ۱۳۲۵۳ - شریفاں بیگم زوجہ مولوی عطاء اللہ صاحب واقف زندگی - قوم بھٹی - پیشہ خانہ داری - عمر ۱۹ سال - پیدائشی احمدی ساکن کنری سندھ ضلع تھرپارکر - بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۱۱/۵۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - میری جائداد حسب ذیل ہے - حق مہر مبلغ ۔/۲۰۰ روپیہ جو کہ بذمہ خاوند ہے - زیور وزنی ایک تولہ انام طلائی قیمت ایکسو روپیہ ہے - زیور نقرئی ۲۰ تولے قیمت ۔/۳۰ روپے - کل میزان ۔/۳۳۰ روپے - اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ وصیت کرتی ہوں - اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی - اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی - نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو گی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی -

الامۃ - شریفاں بیگم بقلم خود -

گواہ شد - عطاء اللہ واقف زندگی خاوند موصیہ -

گواہ شد - ولایت محمد سیکرٹری مال +

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے تین دور

ذیلی میں انسائیکلوپیڈیا برٹینکا سے لیکر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی تین تصویریں شائع کی جارہی ہیں - یہ تصاویر پہلی تین صدیوں کے عیسائیوں کے آثار قدیمہ میں محفوظ چلی آتی تھیں - جنہیں خود عیسائیوں نے شائع کیا ہے - ان تصاویر سے یہ عقیدہ باطل ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر مرگئے تھے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر جا بیٹھے ہیں - بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس زمین پر جوانی اور بڑھاپے کے بعد طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں - اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے موجودہ عیسائیت پر غالب آنے کا سامان خود عیسائیوں کے ہاتھوں فراہم کردیا والحمدللہ -

حضرت مسیح کی جوانی کی تصویر

حضرت مسیح کی ادھیڑ عمر کی تصویر

حضرت مسیح کی آخری بڑھاپے کی تصویر

Regd, L. No. 5708

The Monthly "Al-Furqan" March 1952

الفرقان کے ایجنٹ صاحبان کے پتے

(۱) جناب سعادت احمد صاحب ملک ۔ ریڈیو الیکٹرک ھاؤس ۔ صدر بازار — پشاور

(۲) جناب ایس ۔ ایم یسین صاحب ۔ ۴۴ ایڈورڈ روڈ — — راولپنڈی

(۳) جناب میاں محمد صدیقی صاحب ۔ محلہ حاجی پورہ — — سیالکوٹ

(۴) جناب میاں فضل الدین صاحب معرفت چوھدری فضل کریم احمدیہ مسجد فضل — لائل پور

(۵) جناب خالد لطیف صاحب احمدی 82.1 گولیمار — — کراچی

(۶) جناب ایم عبدالرحمن صاحب معرفت پاکستان میڈیکل سٹور ۔ طوغی روڈ — کوئٹہ

(۷) جناب چوھدری محمود احمد صاحب مکان ۳۹۴ چمبیلای ارکیٹ — جھنگ مگھیانہ

(۸) جناب مولوی رشید احمد صاحب ۔ بدو ملی — — — لاہور

(۹) جناب سید مبارک علی شاہ صاحب لدھیانوی ۔ بکٹ گنج — سرگودھا

(۱۰) جناب ایم ۔ محمد یونس اسلم صاحب ۔ مینیجر اسلم اینڈ سنز قادیان (مشرقی پنجاب)

(۱۱) جناب ملک محمد اکبر علی صاحب ۔ مکتبہ تحریک جدیہ — انارکلی لاہور

سالانہ قیمت پانچ روپے — فی پرچہ آٹھ آنہ

بیرونی ممالک کے لئے بارہ شلنگ سالانہ

طابع و ناشر ابوالعطاؔ جالندھری نے شاہد پرنٹنگ پریس سرگودھا میں طبع کرا کر
دفتر الفرقان ۔ احمدنگر سے شائع کیا